قدرتی آفات
اور
دعوتِ فکر و عمل

ڈاکٹر فضل الرحمٰن یوسف فضلی

جامعہ عالیہ صدیقیہ، نگوہار شریف، ضلع سیالکوٹ، پاکستان

Marfat.com

يَآأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيمٌ O

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو بیشک اس لمحہ کا بھونچال ایک بڑی (خوفناک) چیز ہے۔ (الحج 22:1)

قدرتی آفات

اور

دعوتِ فکر و عمل

ڈاکٹر فضل الرحمٰن یوسف فضلی

جامعہ عالیہ صدیقیہ، آلومہار شریف

تحصیل ڈسکہ ضلع سیالکوٹ، پاکستان

Marfat.com

انتساب

اپنے واجب صد تعظیم مرحوم و مغفور والدِ بزرگوار

حضرت خلیفہ محمد سعید رحمتہ اللہ علیہ کے نام جنہوں نے اپنی ساری زندگی سنت نبوی ﷺ کی پیروی میں بندے کا ذاتِ الٰہی سے تعلق اجاگر کرتے گزاری

اور

اپنی مشفقہ معظّمہ والدہ صاحبہ کے نام

میری زندگی کی ہر کامیابی ان کی دعاؤں کی مرہون منت ہے

اور

ہر فکر و عمل کرنے والے انسان کے نام

Marfat.com

تشکرات

اس تحریر کا مقصد قرآن وسنت کی روشنی میں اپنی ذمہ داریوں کا سادہ انداز میں تعارف پیش کرنے کی ایک حقیری کوشش ہے۔

میں اپنے محسن ومحترم جناب اعجاز رحیم وفاقی سیکرٹری کیبنٹ ڈویژن' اسلامی جمہوریہ پاکستان اور جناب پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد وائس چانسلر رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی سابقہ وائس پریذیڈنٹ اسلامک انٹرنیشنل یونیورسٹی وڈائریکٹر جنرل دعوہ اکیڈمی پاکستان کا دل کی گہرائیوں سے مشکور ہوں جنہوں نے اس تحریر کے مسودہ میں بہت قابل قدر اضافے کی تجاویز فرمائیں جن کے بغیر یہ تحریر نامکمل رہ جاتی۔ محترم سید شمیم احمد رضوی بیورو چیف گلف اکانومسٹ اور میڈیا کنسلٹنٹ ایس آئی سی' پروفیسر عابدہ شمیم' جناب سردار سعید کاکڑ' جناب انجینئر رفعت مرزا اور جناب محمد ارشد نے اس کا مسودہ پڑھ کر اپنی رائے اور مفید مشوروں سے نوازا اور میرے شفیق محترم جناب چچا جناب محمد زبیر فتحی صاحب نے میری ہر دم حوصلہ افزائی کی۔ ان سب کا بہت ممنون ہوں۔

اس تحریر میں میری مشفقہ معظمہ والدہ صاحبہ کی رہنمائی اور میری رفیقہ حیات ڈاکٹر زرینہ شیریں کی خصوصی اور عزیزان ذی قدر میجر ذی شان' ذی جا چیف ایگزیکٹو اِٹرنا انٹرنیشنل جنہوں نے اس کے سرورق کی خاکہ بندی بھی کی' اکانومسٹ رافعہ ہارون' کمپیوٹر انجینئر ربیہ شدید اور کئی دوسرے عزیزان کی مدد بھی شامل ہے جس کی میرے دل میں بہت قدر ہے۔ میں خاص طور پر مسٹر لقمان کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اس مسودے کے ٹائپ اور بارہا تصحیح کے لیے بڑی محنت سے کام کیا۔

باوجود کوشش کے اس میں مجھ سے کچھ خامیاں اور لغزشیں بھی رہ گئی ہوں گی جس کے لیے میں قارئین سے معذرت کا خواستگار ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ بھی معاف فرمائے اور اس عاجزانہ کاوش کو شرف قبولیت بخشے۔

ناچیز

فضل الرحمٰن یوسف فضلی

Marfat.com

خصوصی اظہارِ تشکر

جناب دیوان محمد عمر فاروق مرحومؒ میرے والدِ بزرگوار مرحومؒ کے ساتھ للّٰہی تعلق سے وابستہ تھے۔ اُن کی اور اُن کے خاندان کے معزز اراکین، خصوصاً معظمہ بیگم دیوان عمر فاروق صاحبہ، محترم دیوان محمد یوسف اور محترم دیوان محمد عبداللہ صالح کی اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کی کوشش کا اظہار مختلف طریقوں سے ہوتا رہا ہے۔ ان میں سینکڑوں مساجد کی تعمیر، صحت کے منصوبوں کی نگہداشت اور کئی دوسرے فلاحی کام شامل ہیں۔ اسی حوالے سے اس تحریر کی طباعت اور ترسیل کے لیے اس خاندان کی اعانت کے لیے خصوصی اظہارِ تشکر میرے لیے باعثِ صد انبساط ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے یہ جذباتِ مصدقہ قبول فرما کر جزائے خیر عطا فرمائے۔

علیٰ ھٰذا القیاس سب احباب جو للّٰہی تعلق کی وجہ سے منسلک ہیں اور اللہ تعالیٰ کا نام بلند کرنے کی سعی میں شامل ہیں ان سب کو خراجِ تحسین پیش کرنے کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔

اس طرح اس تحریر کی ملک بھر میں بلا معاوضہ تقسیم کی غرض وغائیت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ہے۔ اُس کے حضور نہایت عجز وانکساری سے دعا ہے کہ ہماری اس کوشش کو شرفِ قبولیت بخشے اور اپنے فضل وکرم سے نوازے۔

فضل الرحمٰن یوسف فضلی

Marfat.com

تاثرات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر ایف۔آر۔وائی، فضلی کی کتاب 'قدرتی آفات اور دعوتِ فکر و عمل' آزاد جموں و کشمیر اور ہزارہ میں حالیہ زلزلوں سے تباہ کاریوں کے موقعہ پر ایک بروقت اشاعت ہے۔ لاکھوں متاثرہ لوگوں کی مدد کے سلسلہ میں ہونے والی کاروایوں اور انتظامی امور کے لیے یہ تباہ کاریاں ایک بہت بڑا چیلنج ہیں۔ یہ تصنیف ہمیں یاد دلاتی ہے کہ اگر ہم ایسی آفات کے صرف مادی پہلوؤں پر نظر رکھیں تو ان کے پورے مفہوم کو سمجھنے سے قاصر رہیں گے۔ لہذا ان کے موثر سدِ باب کے لیے ان کے اسباب کی، اسلامی نقطہ نظر سے، تجزیہ کی ضرورت ہے جس کے بغیر ان سے نمٹنا ممکن نہیں۔ اس عظیم سانحہ پر پاکستانی عوام کی طرف سے فوری امداد کا جذبہ بھی دراصل اُن کے اندر موجود اسلامی قدروں کے ردِّ عمل کا نتیجہ ہے۔ اس لیے ڈاکٹر فضلی نے صحیح طور پر قوم کی توجہ اپنی زندگیوں کو اس ضابطے میں ڈھالنے کی طرف دلائی ہے جس کی بنیاد قرآن اور سنتِ رسول ﷺ کی تعلیمات ہیں۔

میں خاص طور پر اس کتاب میں دیئے گئے انسان کے فطرت کے ساتھ تعلق کے تجزیہ کو بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں جس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرائض اور انسانوں سے متعلق حقوق کی ادائیگی ایک فطری عمل قرار دیا گیا ہے اور جن کی ادائیگی انسان کی اہم ضرورت ہے۔ قرآن و سنت کی روشنی میں زندگی میں توازن کے قیام کی ضرورت اس تحریر کا محور ہے۔

میں مصنف کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اس نے اس تحریر میں توحید، اجتہاد، نفس انسانی کی پاکیزگی، حقوق العباد کی ادائیگی، معیشت کی بہتری اور انسانی ترقی کو جس انداز میں مربوط کیا ہے وہ ہمارے معاشرے کی اہم ضرورت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ پڑھنے والے اس روشنی سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے جو اس نے خلوصِ نیت، حکمت اور شفاف انداز میں جلائی ہے۔

اعجاز رحیم

Marfat.com

پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد وائس چانسلر رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی کا مصنف کے نام مراسلہ

21 نومبر 2005

مکرمی ڈاکٹر فضل الرحمٰن یوسف فضلی صاحب

وعلیکم السلام!

گرامی نامہ بمعہ مسودہ 'قدرتی آفات اور دعوتِ فکر و عمل' مل گیا تھا۔ میں پچھلے ہفتے صاحب فراش رہا اور دو دن دفتر بھی نہ جا سکا۔ اب الحمدللہ صحت بہتر ہے۔ آپ کا مسودہ دیکھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ نے بہت محنت اور بہت سادہ انداز میں قرآن کریم کے حوالے سے جو باتیں لکھی ہیں وہ انشاءاللہ ہر باشعور قاری کے لیے مفید ہوں گی۔

ہمارے ملک میں سیکولر لابی کی پوری کوشش یہی ہے کہ وہ زلزلہ کو محض ایک فطری عمل قرار دے کر اس کی اخلاقی وجوہ کو نظر انداز کر دے جبکہ قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ آفاتِ سماوی کا براہ راست تعلق انسانوں کے عمل و کردار کے ساتھ ہے۔ اس پہلو کو بار بار عوام الناس تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی کوشش کو قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

Marfat.com

بسم اللّٰہ الرحمٰنِ الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

پیش لفظ

ماضی قریب میں واقع ہونے والی قدرتی آفات مسلمان کی موجودہ حالتِ زار پر غور و فکر کی متقاضی ہیں۔ وہ بندہ جو کبھی آدھی سے زیادہ دنیا پر اللہ کا نام بلند کر رہا تھا آج کیوں ہر قسم کے زوال کا شکار ہے؟ کیا اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ فطری تعلق جو اس کا ازل سے اپنے منبع ارواح سے ہے اس کو بھول کر اپنی اُس حقیقت سے' نا آشنا ہو چکا ہے جس کی بنا پر وہ اشرف المخلوقات کہلایا۔ اس تحریر کا مقصد انہی سوالات کا جواب دینے اور اس فطری تعلق کو بے نقاب کرنے کی ایک کوشش ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اُن فرائض کی نشاندہی کرنے کی بھی ایک سعی ہے جو اس تعلق کے حوالے سے اس پر عائد ہوتے ہیں اور جن کی عدل کے ساتھ ادائیگی ایک فطری تقاضا ہے۔

عدل زندگی کے تمام مظاہر اور سرگرمیوں کا احاطہ کرتے ہوئے مادی اور روحانی اقدار میں ایک خوشگوار امتزاج پیدا کرتا ہے۔ لہذا عدل کے قیام سے نہ صرف اپنی ذات کی تکمیل ممکن ہے بلکہ ایک خوبصورت معاشرہ بھی تشکیل پاتا ہے جو امن' خوشی اور خوشحال زندگی گذارنے کے لیے ضروری ہے۔

یہ زندگی تو ایک خواب ہے۔ ایسا خواب جو جلد ختم ہو جاتا ہے اور جس کی تعبیر ایک سچی تعبیر ہے۔ لہذا اگر خواب خوشگوار ہو تو اس کی تعبیر بھی خوب ہو گی۔ اس لیے اس خواب کو خوش کن بنانے کے لیے چند حقائق کا علم اور مقاصد کا حصول ناگزیر ہے جن کا تعارف بھی اس تحریر کا حصہ ہے۔

کہاں تک ان مقاصد کی تکمیل میں یہ تحریر مددگار ثابت ہو گی اس کو میں قارئین کے فیصلے پر چھوڑتا ہوں۔

فضل الرحمٰن یوسف فضلی

Marfat.com

فہرست مضامین

1-	قدرتی آفات	
	☆ تعارف	
	☆ ایک تجزیہ	5
	☆ اُمید کی کرن	7
2-	انسان کے فطری تعلق کی پہچان	
	☆ فطرت کی رہنمائی	10
	☆ فطری تعلق کی نشاندہی	11
	☆ نالہء جدائی	15
3-	فطری تعلق کا قیام	
	☆ قرآن مجید سے رہنمائی	16
	☆ الحاق خیبہ	17
	☆ ذکرِ الٰہی: حقوق اللہ	19
4-	دعوتِ غور و فکر	
	☆ تسخیر کائنات	27
	☆ اجتہاد کا راستہ	29
	☆ تسخیر حیات	30
5-	لائحہ عمل	
	☆ اعتدال کی ضرورت	35
	☆ حقوق العباد	39
	☆ روشنی کی طرف	48
	حوالہ جات	53

Marfat.com

1- قدرتی آفات

تعارف

قدرتی آفات: کچھ عرصہ پہلے انڈونیشیا کے ساحل سمندر کے قرب و جوار میں سونامی کے طوفان سے لاکھوں مسلمان جاں بحق' زخمی اور بے گھر ہو گئے۔ اس سے پہلے ترکی اور ایران میں زلزلوں سے بے شمار جانی نقصان ہوا۔ ابھی ان کا دکھ کم نہیں ہوا تھا کہ پاکستان اور کشمیر میں زلزلوں کی آفت سے ہزاروں مسلمان زندہ ہی عمارتوں کے ملبے کے نیچے دب گئے اور لاکھوں شدید زخمی اور جان لیوا بیماریوں کے عمیق اور ڈراؤنے سایوں تلے پڑے سسکتے رہے۔ ان میں لوگوں کے جسم کے اعضاء' ''گنگرین'' یعنی گلنے سڑنے کی وجہ سے کاٹ کر جانیں بچانے کی کوششیں کی جاتی رہیں۔ کئی جگہ انسانی اعضاء بکھرے پڑے رہے اور کئی جگہ جنگلی جانور اور پرندے، انسانی لاشوں سے گوشت نوچ نوچ کر کھاتے رہے۔ چند روز پہلے جو لوگ عالیشان بنگلوں میں رہتے تھے اِرد گرد نوکر چاکر تھے ان کو بھکاری بنا کر روٹی اور کپڑوں کے لیے ترستا کر دیا۔ اسی طرح لاکھوں بے گھر' اپاہج اور لاچار ہو گئے۔ یہ سب قدرتی آفات ہیں۔ لیکن دوسری طرف عراق فلسطین اور کشمیر میں سینکڑوں مسلمان' انسانوں ہی کے ہاتھوں ظلم کا شکار ہو رہے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے افغانستان کے مسلمانوں کو جانوروں کی طرح پنجروں میں بند کر کے دُور دراز جزیروں میں بھیج دیا گیا جہاں وہ انتہائی تکلیف دہ اور کسمپرسی کی حالت میں زندگی کے دن کاٹ رہے ہیں۔ یوگوسلاویہ

Marfat.com

اور بوسنیا میں جو مسلمانوں کا قتل عام ہوا وہ بھی تھوڑا عرصہ پہلے کی بات ہے۔ان قدرتی آفات کے علاوہ مسلمانوں میں جہالت' غربت اور بیماری عام ہے یہ اگرچہ خود ساختہ ہیں لیکن قدرتی اس لیے ہیں کہ جب بندہ قدرت کے اصولوں سے روگردانی کرتا ہے تو ایسی آفات کا شکار ہوتا ہے۔

سوچنے کا مقام ہے کہ آخر مسلمانوں کے ساتھ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ کیا یہ مکافاتِ عمل ہے؟ کیونکہ انسان جو کچھ کرتا ہے اس کا ردِ عمل عموماً اس دنیا میں بھی دیکھ لیتا ہے۔یا کیا یہ ہمارے گناہوں کا نتیجہ ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرمائے۔یا کیا یہ آزمائش ہے جس کا قرآن مجید میں ذکر ہے کہ ''ہم تمہیں کچھ خوف سے کچھ بھوک سے اور جان و مال اور آمدنیوں کے نقصان میں مبتلا کر کے آزمائیں گے۔تو خوشخبری ہے ایسے صابرین کے لیے (جو ثابت قدمی کے ساتھ اور غلط ترغیبات سے بچتے ہوئے اس مصیبت کا مقابلہ کرتے ہیں) جب ان پر مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ایسے لوگوں پر اللہ کا درود اور رحمت ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں(1)

اللہ تعالیٰ سب کو آنے والے خطرے سے بھی آگاہ کرتا ہے کہ ''کیا تم اس بات سے بے خوف ہو گئے کہ آسمانوں والا تمہیں زمین میں دھنسا دے اور اچانک زمین لرزنے لگے یا تم اس بات سے نڈر ہو گئے ہو کہ آسمانوں والا پتھر برسا دے؟ تو پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا(2) لیکن جو لوگ اپنے پروردگار کے

Marfat.com

احکام سے سرکشی کرتے رہے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''ہم نے سب کو اُن کے گناہوں کے سبب پکڑ لیا اور ان میں سے کچھ ایسے تھے جن کو ایک زبردست دھماکے نے آ پکڑا اور کچھ ایسے تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور کچھ ایسے تھے جن کو غرق کر دیا۔ اور اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے'' (3)۔ پھر فرمایا کہ ''یہ تو ڈرانے کے لیے نشانیاں بھیجتے ہیں تا کہ آنے والے خطرے سے آگاہ ہو جاؤ''۔ اور اپنے رب سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو بیشک اس لمحہ کا بھونچال ایک بڑی (خوفناک) چیز ہے (4)۔ اور اپنے پروردگار سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو بیشک میرا پروردگار رحم والا اور محبت والا ہے (5) اللہ تعالیٰ کا ڈرانا دراصل اپنے بندوں کو اُس آنے والے خطرے سے آگاہ کرنا ہے تا کہ وہ سنبھل جائیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اُن پر بہت مہربان ہے۔ اور جب وہ نہیں سمجھتے تو پھر مثالیں قائم کرتا ہے۔

ایسی قدرتی آفات سے جو وفات پا جاتے ہیں وہ تو نجات پا جاتے ہیں لیکن جو بچ جاتے ہیں ان کے لیے ایک بہت بڑی آزمائش ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ آزمائش سب کے لیے ہوتی ہے کہ ایسے نازک وقت میں پر تکلیف زدہ لوگوں کی کس طرح مدد اور دلجوئی کرتے ہیں۔ اور آئندہ کے لیے خود بھی اخلاقی پستی سے بچ کر اپنی تطہیر کرتے ہوئے اپنی حالت سدھارتے ہیں اور سیدھے راستے پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسی تباہ کاریوں کی مثال خاص طور پر ان کے لیے بھی ہے جو صاحب

Marfat.com

بست و شاد ہیں اور جو کسی نہ کسی طرح ملکی کاروبار اور قومی اور نجی اداروں کے ذمہ دار ہیں اور اُن کے لیے بھی ہے جو قومی سوچ پر اثر انداز ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرنے کے لیے اور ذاتی مفاد سے بالاتر ہو کر قومی بہتری کے لیے اپنے اپنے دائرہ کار میں کس طرح حکمت عملی وضع کرتے ہیں اور اس پر عمل بھی کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس نے تمہیں زمین پر خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کے بعض پر درجات بلند کیے تا کہ تمہیں اس چیز سے آزمائے جو اس نے تمہیں عطا کی ہے۔ بیشک آپ کا رب بہت جلد سزا دینے والا ہے اور بیشک وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے (6)۔

حالیہ زلزلوں سے پیدا ہونے والے مشکل وقت نے یہ ضرور ثابت کر دیا ہے کہ ایسی ناگہانی مصیبت میں مجموعی طور پر ساری قوم ایثار و قربانی کے جذبے سے سرشار ہو جاتی ہے اس وقت اللہ کے بے شمار بندے ہیں جو مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کے لیے اپنی ذات سے بھی خرچ کر رہے ہیں اور لوگوں سے بھی امداد اکٹھی کر رہے ہیں اور کھانے پینے، پہننے، سر چھپانے اور علاج معالجہ کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے دن رات کوشاں ہیں۔ اور اس خدمت میں اپنی جان اور آرام کی پرواہ کیے بغیر لگا تار مصروفِ عمل ہیں۔ غیر سرکاری انجمنیں، فوج، سرکار، میڈیا گویا ہر شخص ہر قسم کے سیاسی، مذہبی اور گروہی اختلافات سے بالاتر ہو کر اس کام میں محبت اور ہمدردی کے جذبے کے ساتھ حصہ لے رہا ہے۔ یہ لوگ صرف اپنے ملک سے نہیں بلکہ دنیا کے بہت سے

Marfat.com

دوسرے ممالک سے بھی اس کارِ خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے ہیں۔آفرین ہے ان سب کے جذبہ ہمدردی پر اور قابلِ ستائش ہیں ان کی قربانیاں۔

ایک تجزیہ

اب آیئے ذرا دیکھیں کہ مسلمان ہونے کے ناطے کیا ہمارا ضمیر ہمارے اپنے اقوال، اعمال، اخلاق اور کردار سے مطمئن ہے؟ کیا ہم جس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں ان کی اسوۂ حسنہ اور خلق عظیم کی پیروی کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بعثت سے پہلے ہی صادق اور امین کے لقب سے پہچانے جاتے تھے۔کیا ہم بھی سچے اور ایمان دار ہیں؟ وہ عظیم ہستی جو اپنے ایک وعدے کو نبھانے کے لئے ایک ہی جگہ تین دن اور تین راتیں اُس شخص کے انتظار میں کھڑی رہی جو تھوڑی دیر میں آنے کا کہہ کر گیا لیکن تین دن کے بعد واپس آیا۔ یہ تو آپ ﷺ کے خلقِ عظیم کی مثال تھی۔لیکن کیا ہمارے وعدے بھی سچے ہوتے ہیں؟ وہ انسانِ کامل جس کے حُسنِ خُلق اور رواداری نے ایسا انقلاب برپا کر دیا جس سے لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں لوگوں نے متاثر ہو کر اپنی سوچیں اور زندگیاں بدل ڈالیں، کیا ہم بھی ویسے ہی اخلاق اور رواداری کی جھلک پیش کرتے ہیں؟ ہم اللہ کے بندے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن اس کے احکام سے بے پرواہ! قرآن کا سمجھنا اور اس پر عمل، انسان کو تاریکیوں سے اُجالے کی طرف لے جاتا ہے۔ہم میں سے جو

Marfat.com

لوگ قرآن پڑھتے ہیں اکثر ثواب کی خاطر لیکن بغیر سمجھ اور عمل کے۔اسی طرح ہماری نمازیں بھی اکثر بغیر معنی سمجھے اور بے روح' ایک عادت کے طور پر پڑھی جاتی ہیں۔نماز ادب اور عاجزی سکھاتی ہے اور مساوات' باہم محبت' اتحاد اور نظم وضبط کی طرف رہنمائی ہے لیکن ہم میں نہ اتحاد ہے نہ تنظیم۔اور ہم اکثر فروعات میں اُلجھ کر گروہوں میں بٹ کر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہیں۔روزہ جس سے ضبط وتحمل اور تقویٰ کا حصول مقصود ہے صرف دن میں کھانے پینے سے اجتناب تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ببانگِ دُہل ہم اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں لیکن ہمارے اعمال اسلام کی حقیقت سے دور۔شاید یہی وجہ ہے کہ ہم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں اور آفات آرہی ہیں۔

پاکستان میں اس عظیم قومی سانحہ کے وقت یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ معاشرے میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے اس ناگہانی آفت کے وقت بھی لالچ' حرص اور طمع کا دامن نہیں چھوڑا اور دوسروں کی مصیبت اور موت سے ناجائز ذاتی فائدہ اٹھانے اور منافع خوری سے باز نہیں آئے۔ایسے لوگوں نے مصیبت زدہ بھوکے' تڑپتے' بلکتے' ٹھٹھرتے اور زخمی لوگوں کی مدد کے سامان کی قیمتوں میں ہوشربا اضافہ کر دیا۔سامان لے جانے والے کئی ٹرانسپورٹروں نے کرائے آسمان تک پہنچا دیئے۔سامان لے جاتے ہوئے ٹرکوں پر حرص کی خاطر ڈاکے ڈالے گئے اور ملبے سے نکلتی ہوئی لاشوں اور زخمی لوگوں کے سامان کی چوری ہوئی۔حتیٰ کہ کچھ درندہ صفت

Marfat.com

عناصر نے مردہ جسموں سے زیور حاصل کرنے کے لیے وحشیانہ بازو اور کان تک کاٹ کر لے گئے۔ اور کچھ عورتوں اور بچوں کے اغوا کے گھناؤنے جرم میں ملوث ہوئے اور کچھ لوگوں نے اخلاق سوز رویے کا بھی مظاہرہ کیا۔ کیا ان کے دل سیاہ ہو چکے ہیں؟ وہ دن کب آئے گا جب ان کا ضمیر بیدار ہوگا؟

امید کی کرن

جیسا کہ ہمیشہ دیکھنے میں آتا ہے کہ کسی بھی قومی سانحہ کے وقت خواہ وہ زلزلے ہوں یا سیلاب' مجموعی طور پر لوگوں میں ملکی' نسلی' مذہبی' سیاسی اور گروہی اختلافات سے بالاتر ہو کر متاثرہ لوگوں کی مدد کا جذبہ اُبھرتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آخر یہ ہمدردی کا جذبہ کیوں پیدا ہوتا ہے؟ اس کی بھی خاص وجہ ہے۔ یہ ایک خاص تعلق ہے جس کی تفصیل بعد میں بیان کی گئی ہے فی الحال اتنا کہا جا سکتا ہے کہ انسان کے اندر اچھائی ہر وقت موجود رہتی ہے اور ایسے جذبوں کو دیکھ کر یہ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ ایسے ہی عظیم جذبوں کی چنگاری' ایک نہ ایک دن شعلہ بن کر برائی کو خاکستر کر دے گی اور یہ وہ روشنی کی کرن ہے جس سے ہم ایک تابناک مستقبل کی امید رکھ سکتے ہیں۔

باوجود اس کے کہ ایسے مشکل اور ناگہانی آفات کے وقت انسانی ہمدردی کا بے مثال جذبہ دیکھنے میں آتا ہے لیکن عام حالات میں صورتِ حال اس سے مختلف ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اس رشتے اور تعلق سے غافل ہیں جو فطری طور پر ہمارے

Marfat.com

اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ ہے اور باہم ایک دوسرے کے ساتھ ہے۔ یہ تعلق انسان کے اندر اللہ تعالیٰ کی روح کے حوالے سے ہے۔ صرف اس کو سمجھنے اور دوبارہ جوڑنے کی ضرورت ہے۔ جس کے بغیر ہمارے ذہن پریشان ہیں۔ دلوں میں خوف' بے چینی اور موت کے سائے ہر وقت منڈلاتے رہتے ہیں۔ معاشرے میں انتشار ہے۔ یہ زلزلے اور دوسری آفات' خطرے کی گھنٹیاں ہیں تاکہ ہم راہ راست پر آجائیں۔

جن قوموں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچ چکا ہے لیکن وہ پھر بھی سرکشی کرتے ہیں ان پر تو اللہ جب چاہے عذاب بھیجتا ہے لیکن سوچنے کا مقام ہے کہ آخر خاص طور پر صرف مسلمان ہی کیوں زوال پذیر ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان ہی وہ قوم ہے جن پر اسلام کے داعی ہونے کے ناطے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آخری پیغام کو پڑھیں' سمجھیں اور اس پر خود بھی عمل کریں اور دوسروں تک بھی پہنچائیں۔ وہ لوگ خاص طور پر اس کے زیادہ ذمہ وار ہیں جو اس پیغام سے واقف ہیں اور عمل بھی کر رہے ہیں لیکن دوسروں تک نہیں پہنچاتے۔ اس لیے جب کسی قوم پر عذاب آتا ہے تو اس میں ایسے لوگ زیادہ قصوروار ٹھہرائے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اس فتنے سے ڈرو جو خصوصیت کے ساتھ انہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں گنہگار ہیں (7)۔ بلکہ ان پر بھی ہوگا جو بدی کو نہیں روکتے اور نیکی کی ترغیب نہیں دیتے۔

قوموں پر جب ایسی ناگہانی آفات آتی ہیں تو اس میں بے شمار معصوم بچے' پاک طینت لوگ اور بے قصور جوان' بوڑھے عورتیں سب ہی ان کا شکار ہو جاتے

Marfat.com

ہیں۔ایسے معصوم اور نیک لوگ جو اس طرح رخصت ہو جاتے ہیں ان کو شہید کہہ سکتے ہیں اور جو بچ جاتے ہیں وہ دوسروں کا کفارہ ادا کرتے ہیں اور ان کے لیے اور ہم سب کے لیے مقام عبرت بھی ہے اور آزمائش بھی۔

بہر حال آیئے دیکھیں کہ ہم کس طرح اپنے اندر ایک مثبت تبدیلی لا سکتے ہیں۔ہمیں اختیار حاصل ہے کہ اپنے اخلاق' کردار اور اعمال کی وجہ سے زوال پذیر ہوتے رہیں یا پھر ایک نئی سوچ سے بہتر زندگی کا آغاز کریں۔ایسی زندگی جو انسانِ کامل کی زندگی ہے۔ایسی زندگی اُسی وقت ملتی ہے جب بندہ اس تعلق کو سمجھ کر قائم کرتا ہے جو اُس کا اپنے پیدا کرنے والے یعنی منبع ارواح اللہ عزوجل کے ساتھ ہے۔ایسی زندگی ہی لازوال یعنی ابدی زندگی ہے۔

Marfat.com

2- انسان کے فطری تعلق کی پہچان

ابدی زندگی کے حصول کی تڑپ انسان کے دل میں ہمیشہ سے رہی ہے اور اس کے لئے ہر طرح سے کوشش کرتا رہا ہے۔ کبھی تو جنگلوں میں آبِ حیات کی تلاش میں سرگرداں رہا اور کبھی جدید سائنس کی مدد سے عمر لمبی کرنے کے نسخے تیار کئے۔ کسی نے سائنسی تحقیق کے نتیجہ میں نئی ایجادات کیں اور کسی نے فلسفہ اور آرٹ میں نئے تخیل پیش کئے۔ ان ساری کوششوں میں جو جذبہ اکثر عمل پیرا رہا وہ ہمیشہ زندہ رہنے کی دِلی خواہش تھی۔

فطرت کی رہنمائی

ذرا غور کریں کہ انسان نے ایسی فطرت کیوں پائی؟ ہوسکتا ہے اس کا جواب فلسفے کی رُو سے مشکل ہو لیکن دینِ فطرت کیلئے مشکل نہیں۔ دین فطرت وہ ہوتا ہے جو انسان کی فطرت کے قریب تر ہو۔ جو اس عظیم سلیم العقل فطرت کا پَرتَو ہو جس کی قدرت سے ساری کائنات کا نظام خاص اصولوں کے تحت کمال صلاحیت اور پختگی کے ساتھ ہر طرح سے بے عیب چلتا آ رہا ہے۔ وہ عظیم فطرت انسان کیلئے ہمیشہ منبعِ ہدایت بھی رہی ہے جس سے ابدی زندگی حاصل ہو سکے۔ یہ ہدایت خواہ انسان کے اندر کی آواز کے ذریعہ ہو یا باہر سے کسی برگزیدہ ہستی کی قیادت اور رہبری کے توسط

Marfat.com

سے۔ دنیا میں اس عظیم فطرت کو مختلف ناموں سے پکارا جاتا ہے جیسے اللہ عزوجل، خدائے بزرگ، پَرم آتما، ایشور، گاڈ وغیرہ۔

پس اس عظیم فطرت نے انسان کی صحیح سمت کی طرف رہنمائی کے لئے وقتاً فوقتاً پیغمبر اور کبھی کبھی ان کے ساتھ صحیفے بھی بھیجے۔ جیسے حضرت داؤد علیہ السلام پر ''زبور'' حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ''توریت'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ''انجیل''۔ اس فطرت کے آخری پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے آمد کی پیشین گوئی پہلے پیغمبر بھی کر چکے تھے۔ ان پر ''قرآن مجید'' نازل ہوا جو زمانے کے بدلتے ہوئے حالات اور تقاضوں کے پیش نظر نفس زمانہ میں تدریجی ارتقا سے تکمیل دستور حیات ہے۔ اس میں ایسی زندگی کی طرف رہنمائی ہے جو ہمیشہ کے لئے ہے۔ اس عظیم فطرت کے اس عظیم پیغام بر (پیغمبر) نے قرآن کی تعلیم دی اور تذکیہ کیا۔ یعنی بندوں کو پاک کیا اور علم و حکمت سکھائے۔ اور وہ علم سکھایا جو انسان پہلے نہیں جانتا تھا(8)۔ صرف یہ نہیں بلکہ انہوں نے خود اپنی زندگی ایک بہترین نمونہ کے طور پر پیش کی، جو قرآن کے الفاظ میں ''اُسوۂ حسنہ'' ہے(9)۔

فطری تعلق کی نشاندھی

قرآن مجید اور ''اُسوۂ حسنہ'' میں زندگی کے مادی اور روحانی دونوں پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے جس سے انسانِ کامل اور ایک خوبصورت معاشرہ تشکیل پاتے

Marfat.com

ہیں۔ان میں ایک ایسی زندگی کی طرف رہنمائی ہے جس میں ایک طرف علم وحکمت اور تجسس اور تحقیق سے مادی فائدے حاصل ہوں اور دوسری طرف ذاتِ باریٰ تعالیٰ میں جذب سے روحانی تقاضوں کی بھی تکمیل ہو۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں صاف طور پر اُس فطری تعلق کی طرف اشارہ کرتا ہے جو بندے کا اس کی ذات کے ساتھ ہے اور جس کو بحال کر کے بندہ اُس سے مل پاتا ہے جو ہمیشہ زندہ اور قائم ہے۔ یہ وہی اندرونی فطری دبی ہوئی خواہش ہے جوابدی زندگی کی تڑپ پیدا کرتی ہے۔

انسان کے اس فطری تعلق کے حوالے سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔''جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں کھنکتے ہوئے گارے (مٹی) سے ایک انسان بنانے والا ہوں پس جب میں اُسے درست کرلوں اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں تو تم سب اس کے لئے سجدے میں گر پڑنا''(10)۔ اسی طرح کائنات کی تخلیق کے ذکر کے ساتھ انسان کی تخلیق کے بارے میں دوبارہ اُس فطری تعلق کی نشاندہی کی ہے کہ ''اللہ وہ ہے جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی پھر اس کی نسل ایک بے قدر پانی کے خلاصہ یعنی نچوڑ سے رکھی۔پھر اُسے دُرست کیا اور اس میں اپنی روح میں سے پھونک دی'' پھر انسان کو براہِ راست مخاطب کر کے فرمایا اور'' تجھے کان اور آنکھیں اور دل عطا کیے''(11)۔یعنی بصیرت عطا فرمائی جس سے اچھے بُرے میں فرق کا علم، غور وفکر کی استعداد اور قوتِ فیصلہ عطا فرمائے۔اس طرح انسان کے اندر ایک ''روحِ بخاری'' ودیعت فرمائی جو کسی نہ کسی

Marfat.com

طرح زمینی عناصر کے نچوڑ یعنی بخارات سے تعلق رکھتی ہے جیسے باقی جانداروں میں ہے اور دوسری اس پھونک کے حوالے سے جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے ''روحِ الٰہی'' (یعنی روحِ علوی) عطا فرمائی (12)۔ اس طرح دوسرے جانداروں سے ممتاز فرما دیا۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جن کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات کہلایا۔

منبع ارواح سے محبت: اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر اپنی روح میں سے پھونک کے حوالے سے اس رشتے کی طرف نشان دہی کی ہے جو بندے کا اُس کے ساتھ ہے کیونکہ وہ خود منبع ارواح ہے۔ پھر بار بار یاد دلایا کہ ''بیشک ہم اس کے لئے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے'' (13)۔ پس ہمارا ایک خاص تعلق براہ راست اس منبع ارواح اللہ عزوجل سے ہے اور یہ وہی چھپا ہوا تعلق ہے جس کے تحت انسان ہمیشہ کی زندگی کی دلی خواہش رکھتا ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل بذاتِ خود ہمیشہ زندہ اور قائم ہے (14)۔ اور رگ جان سے زیادہ بندے کے قریب ہے (15)۔ چونکہ وہ منبع ارواح ہے اس لیے اپنے بندے سے جس میں اپنی روح میں سے پھونک دی ہے' ماں باپ سے بھی کئی گنا زیادہ محبت کرنے والا ہے۔ یہ اس کی محبت ہے جس کے تحت وہ اپنے بندوں کو آنے والے خطرے سے آگاہ کرتا ہے اور ڈراتا ہے تا کہ وہ راہِ راست پر رہیں اور فلاح پائیں۔ اس طرح انسان کے اندر بھی فطری طور پر ایک بڑی محبت کی دبی خواہش اُس کیلئے ہر وقت موجود رہتی ہے جو مناسب حالات میں منکشف ہو جاتی ہے۔ یہ اسی چھپی ہوئی محبت کا جذبہ ہے جس کے تحت کسی تکلیف یا

Marfat.com

پریشانی کے وقت وہ اپنے خالقِ حقیقی کو مدد کے لئے پکارتا ہے۔

باھم انسانوں میں محبت : ہمارا دوسرا تعلق ہر انسان کے ساتھ ہے جو روح الٰہی کے حوالے سے رشتے کی ایک ہی لڑی سے بندھے ہوئے ہیں۔اسی لئے جب بھی ہم کسی ملک، نسل، رنگ یا شکل کے انسان سے ملتے ہیں تو ایک اپنائیت کا احساس ہوتا ہے اور کسی بھی انسان کو تکلیف میں دیکھ کر مدد کا جذبہ دل کے کسی نہ کسی کونے میں ضرور ابھرتا ہے۔ یہ وہی جذبہ ہے جس کے تحت حالیہ زلزلے سے تباہی کے وقت نہ صرف پاکستان بلکہ ساری دنیا سے لوگ مدد کے لیے دوڑ پڑے ہیں۔ یہی جذبہ دنیا کے کسی بھی خطے میں قدرتی آفات کے وقت دیکھنے میں آیا ہے پس یہ وہی مشترکہ تعلق ہے جس کی وجہ سے انسان ایک دوسرے سے ہمدردی اور کسی نہ کسی طرح محبت کے جذبات رکھتا ہے۔اس لئے فطری طور پر دنیا کا ہر مذہب پیدا کرنے والے کے لئے اور باہم انسانوں کے لئے محبت کا سبق دیتا ہے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے بھی خوش نصیب ہیں جو نبی یا شہید تو نہیں لیکن قیامت کے دن بہت سے انبیاء اور شہدا اُن کے خاص مقرب کی وجہ سے اُن پر رشک کریں گے''۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول ﷺ ہمیں بتلا دیجئیے کہ وہ کون بندے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے بغیر کسی رشتہ اور قرابت کے اور بغیر کسی لین دین کے روح الٰہی کی وجہ سے باہم محبت کی'' (16)۔

Marfat.com

ناله جدائی

انسان کے عدم اطمینان کی وجہ بھی اپنی ''اصل'' سے جدائی ہے۔جس کو مولانا رومؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے (17)۔

بشنو اَز نَے چوں حکایت میکُند　　　　وز جدائی ہا شکایت میکُند

(سنو بانسری کیا کہانی سنا رہی ہے وہ جدائی کی شکایت کر رہی ہے) یہاں 'نَے' سے مراد روح ہے اور اس کی حکایت و شکایت سے مراد پاک نورانی منبع ارواح سے جدائی کا رونا ہے جو وصلِ محبوب کیلئے بے قرار ہے۔ بانسری کا نالہء جدائی اپنے محبوب کی یاد دلاتا ہے۔

انسان کی مثال ایسے بھی دی جا سکتی ہے جیسے سمندر اور پانی کا قطرہ جو آخر کار سمندر میں ملنے کیلئے ہر لمحہ بیتاب رہتا ہے۔اُڑ کر بھاپ بنتا ہے۔ بادل بن کر برستا ہے۔ نالے ندیوں اور دریاؤں سے ہوتا ہوا آخر کار سمندر سے جا ملتا ہے۔ جب تک وہ مل نہیں پاتا' ایک تڑپ میں مبتلا رہتا ہے نہ جانتے ہوئے کہ وہ سمندر کے پانی کا ہی ایک قطرہ ہے۔ اسے اپنے ماخذ سے ملنے کیلئے ایک خاص راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ یہی حال انسان کا ہے۔ جب سے وہ اپنی ''اصل'' سے جدا ہے پریشان ہے لیکن اُسے بھی اپنی ''اصل'' سے ملنے کیلئے ایک خاص راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ یہ رہنمائی ہمارے پاس قرآن حکیم میں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ''اسوہ حسنہ'' کی صورت میں موجود ہے۔

Marfat.com

3۔فطری تعلق کا قیام

قرآن مجید سے رہنمائی

قرآن مجید ذات باری تعالیٰ کا ترشح ہے یہ حکمت سے بھرا ہوا زندگی کی ہر پہلو پر رہنمائی کرتا ہے۔ یہ دلوں کی بیماریوں کی شفا اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے(18)۔اس لئے اس کا پڑھنا سمجھنا اور عمل ہی اس زندگی اور آنے والی زندگی دونوں میں کامیابی اور ذات باری تعالیٰ میں استغراق کا موجب بنتے ہیں۔

برخور قرآن اگر خواہی ثبات

درضمیرش دیدہ ام آبِ حیات (علامہ اقبالؒ)

(قرآن مجید سے فائدہ اٹھائیں میں نے اس میں آبِ حیات دیکھا ہے)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کو ٹھہر ٹھہر کر اور سمجھ کر پڑھنے اور غور و فکر کرنے والوں کیلئے اس میں نشانیاں ہیں۔(19)

قرآن پاک کی سورہ نور میں اس فطری تعلق کو قائم کرنے کے حوالے سے رہنمائی ان الفاظ میں کئی گئی ہے۔''وہ (اللہ) زمین اور آسمانوں کا نُور ہے اور اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہو اور اس میں ایک چراغ ہو اور وہ چراغ ایک فانوس میں ہو۔وہ فانوس گویا ایک موتی سا چمکتا ہوا ستارہ ہے جو ایک ایسے مبارک درخت زیتون کے تیل سے روشن ہوتا ہے جو نہ مغرب میں ہے نہ مشرق میں۔اور اس کا تیل بغیر آگ چھونے کے جلنے کو تیار ہے۔اور پھر نور اَعلیٰ نور ہے۔اللہ اپنے نور کی

Marfat.com

طرف جسے چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے اور اللہ لوگوں کے لئے مثالیں بیان فرماتا ہے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے" (20)۔

اس آیت مبارکہ کی کئی طرح سے شرح بیان کی گئی ہے۔ بعض مفسرین نے نُور سے مراد قرآن مجید لیا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جس کی شرح حضرت خلیفہ محمد سعیدؒ نے بھی فرمائی ہے (21) کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کی مثال بیان فرماتا ہے۔ طاق سے مراد حضرت رسول اکرم ﷺ کا سینہ مبارک ہے اور فانوس ان کا قلبِ اطہر ہے اور چراغ وہ نورِ الٰہی ہے جو رسول پاک ﷺ کے روحِ عنصری میں غیر مشرقی اور غیر مغربی ہو کر چمکنے لگا اور اس طرح نور کا منبع قرار پایا۔

الحاق طیبہ

جن لوگوں نے آپ ﷺ سے فیض یابی حاصل کرنے کے لئے ان سے تعلق استوار کیا تو حضور ﷺ نے اُس نورِ الٰہی سے جو اُن کے سینہ مبارک میں موجزن ہے اُن ارواح کو روشن فرما دیا۔ پس اس الحاق طیبہ کے ساتھ ذکر الٰہی کشف کا ذریعہ ہے جس سے حیاتِ جاوداں معنون ہے۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ "عمدگی ہے اس شخص کو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور عمدگی ہے اس شخص کو جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا"۔ یعنی شمع اول سے اگر صدہا چراغ روشن کئے جائیں تو

Marfat.com

آخری چراغ کی روشنی سے نُور گر ہونا شمع اول سے نوریابی کے قائم مقام ہے۔ گویا یہ ایسا اہتمام ہے جو بعثت مصطفویؐ کے مقصود کو ہر عہد میں پورا کرتا ہے(21)۔

جب بندہ اللہ تعالےٰ سے تعلق استوار کر لیتا ہے تو اس کے نفس میں نورِ حق منکشف ہو جاتا ہے تو وہ اس نورانی جنسیت کی وجہ سے تمام منکرات یعنی برائیوں سے بچ جاتا ہے اور معروفاتِ فطرت یعنی اخلاق فاضلہ اور صلاح و فلاح کے حقوق کی ادائیگی خود بخود اس کی فطرت قرار پاتے ہیں۔ اور اس طرح صراط مستقیم یعنی سیدھے راستے کی رکاٹوں کو دور کرنے کی قوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب تک بندہ اللہ تعالےٰ سے تعلق قائم نہیں کرتا اس وقت تک اس عزوجل کا نور اسے منور نہیں کر پاتا۔

اس کی مثال ایسے بھی دی جا سکتی ہے جیسے بجلی کا بلب جو اگرچہ بجلی کے ماخذ کے ساتھ تاروں سے جڑا ہوتا ہے لیکن اُس وقت تک روشن نہیں ہوتا جب تک کہ بجلی کے ساتھ رابطے کیلئے بٹن نہ دبایا جائے۔ پس یہ ایک فطری تقاضا ہے کہ ہم اس نورانی انکشاف کیلئے اس نورِ درخشاں یعنی حضرت محمد ﷺ کے ساتھ الحاق کر لیں جس طرح صحابہ کرام نے آپؐ سے ملحق ہو کر اپنے نفوس کو روشن کیا۔ ایسے ہی برگزیدہ لوگوں کیلئے روشن ہمیشہ کی زندگی ہے۔

ارشادِ ربانی ہے کہ اے ایمان والو! اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے تقویٰ اختیار کرو اور اُس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اُس کے راستے میں مجاہدہ یعنی جہدِ مسلسل کرو تا کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو(22)۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ ''مجاہد وہ

Marfat.com

ہے جو اللہ کی اطاعت میں اپنے نفس کو مصروفِ جہد رکھتا ہے پس جس نے ایسا جہاد کیا وہ شہید ہے جس کو کبھی موت واقع نہیں ہوتی'' (23)۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ وہ فلاح پا گیا جس نے تذکیہ کیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز قائم کی (24)۔

ذکرِ الٰہی: حقوق اللّٰہ

اطمینانِ قلب :اس تعلق کے حوالے سے جو بندے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اس کی یاد انسانی فطرت کے قریب تر ہے۔ اسی لئے' یہ انسان کیلئے حقیقی اطمینان کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کے ذکر سے اُن کے دلوں کو اطمینان ملتا ہے اور خوب سمجھ لو کہ اللہ کا ذکر دِلوں کو اطمینان بخشتا ہے (25)۔ پھر اللہ تعالیٰ ایسے مطمئن دل کو براہ راست مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ ''اے اطمینان پانے والی روح! اپنے رب کی طرف لوٹ چل' تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی۔ پس میرے خاص بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں چلی آ'' (26)۔ نفس مطمئنہ کے مقابلے میں نفس اَمّارہ یعنی ایک غیر مطمئن نفس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وہ تو برائی سکھاتا ہے'' (27)۔ اس کے بارے میں ارشاد ہے کہ ''جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ڈرتا رہا اور اپنے نفس کو (بری) خواہش سے روکا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہی ہے (28)۔ نفس کی ایک اور حالت کا ذکر ہے جسے نفس لوّامہ' کہا گیا ہے یعنی جو ملامت کرنے والا نفس ہے (29)۔ یعنی اس کا

Marfat.com

ضمیر۔ جوانسان کو بُرے کام کے بارے میں خبردار کرتا ہے یعنی جب وہ کوئی غلط بات کرتا ہے تو اس کو اندر سے ملامت کرتا ہے۔ جبکہ نفس مطمئنہ وہ ہے جو اللہ کے ذکر یعنی اس کی یاد میں مصروف رہتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

اللّٰہ سے ایفائے محبت: ذکر الٰہی ہی محبت کی ایفاء ہے۔ ذاکر کو کائنات کی ہر شے میں اللہ تعالیٰ کی ذات نظر آتی ہے۔ کیونکہ ''کوئی چیز ایسی نہیں جو حمد کے ساتھ اس کی تسبیح بیان نہ کرتی ہو لیکن تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھتے''

(30)۔ جاندار ہوں یا بے جان اجسام' یہ ہوائیں' یہ زمین' یہ سورج' یہ چاند' یہ ستارے' یہ روشنیاں' یہ آوازیں گویا سبھی ہر طرح سے مکمل اور صحیح نظام کے تحت اپنا اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں ایک چھوٹے سے چھوٹے ذرے سے لے کر کائنات میں بڑے سے بڑا اجسام فلکی اس کے حکم کے تابع اپنے اپنے نظام یعنی دیئے ہوئے قانون اور اصولوں کے تحت سرگرمِ عمل ہیں۔ زندگی کے شعبے میں صرف اگر ایک خُلیہ کے اندر دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ زبردست حکمت کے ساتھ کئی شہروں اور فیکٹریوں سے بڑھ کر نہایت عمدہ اور مکمل نظام کے ساتھ اس میں کام ہو رہا ہے جس میں کوئی کمی یا کجی نہیں۔ علیٰ ھٰذا القیاس دل کی حرکت' دماغ کی سوچ' سانس کا چلنا' قوت مدافعت اور زندگی بذات خود ایک نہ سمجھ آنے والا معجزہ ہیں۔ ان میں اور اس طرح ہر چیز میں ذاکر کو اللہ تعالیٰ کی شان دکھائی دیتی ہے اور وہ اس کی ذات میں گم رہتا ہے۔ یہی ایفائے محبت ہے۔

Marfat.com

ذکرِ الٰھی کے طریقے: چونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کا بندہ اس کی طرف لوٹ آئے اس لیے اس کو اپنی طرف آنے کا راستہ بھی خود بتاتا ہے ایسے ہی جیسے آدمی کو معافی کے طریقے سکھائے تاکہ اسے بخش سکے۔ اسی طرح اپنی یاد کے طریقے بھی خود ہی سکھائے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا'' (31)۔ ''میری عبادت کرو (یعنی میرے احکام بجالاؤ) اور میرے ذکر کے واسطے نماز قائم کرو) (32)۔ اور ''جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاؤ۔ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے بھی'' (33)۔ یعنی کسی حال اسی کی یاد سے غافل نہ ہو۔ دعا اور سمجھ کر تلاوت قرآن، نماز، ہر لمحہ اس کی یاد مراقبہ، یہ سب ذکر الٰہی کی مختلف شکلیں ہیں جن میں بے شمار حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

نماز: نماز کے بارے میں اللہ تعالیٰ خشوع، ادب، اخلاص اور اس کی حفاظت کا حکم دیتا ہے کیونکہ نماز میں بندہ اپنے رب سے براہِ راست ہم کلام ہوتا ہے اور کلام اسی وقت ممکن ہے اگر نماز کے ایک ایک لفظ کے معنی اور روح کو سمجھ کر ادا کیا جائے۔ اس طرح نماز میں بندہ اپنے رب کو مخاطب کر کے پہلے اس کی تسبیح اور حمد بیان کرتا ہے۔ پھر صرف اسی پر انحصار کرتے ہوئے اس سے مدد مانگتا ہے اور ایسے سیدھے رستے پر چلنے کے لیے ہدایت چاہتا ہے جو اس کی ذاتِ پاک تک پہنچانے والا ہے۔ پھر قرآن پاک سے آیات کی تلاوت کرتا ہے، پھر جھکتا ہے اور سجدے کرتا ہے تاکہ اس کا قرب حاصل ہو۔ پھر رسول پاک ﷺ پر درود وسلام کے بعد اپنے

Marfat.com

رب سے اپنی اولاد' والدین اور تمام مومنوں کی بھلائی اور مغفرت کے لیے دعا مانگتا ہے۔ پس جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا قبول کر لیتا ہے تو اسے اپنے قریب کر لیتا ہے۔

ہر لمحہ یادِ الٰہی: ہر لمحہ اللہ کی یاد خود بخود اس سے لگاؤ پیدا کرتی ہے کیونکہ یہ انسانی فطرت ہے کہ جب کسی کو خوب یاد کیا جائے تو اس سے' وقت کے ساتھ ساتھ' اُنس پیدا ہوتا جاتا ہے اور جب بندہ اللہ کو یاد کرتا رہتا ہے تو اس کی محبت اور عشق بندے کے قلب اور روح کو اطمینان بخشتے ہیں۔

بہر حال جب بندہ دنیاوی ذمہ داریوں کو پورا کرتے وقت اپنے دماغ' زبان اور جسم کو مصروف رکھتا ہے تو ہر لمحہ اللہ کی یاد کرنے سے قدرتی طور پر قاصر ہوتا ہے۔ لیکن جو کام رزقِ حلال کمانے کے لیے اور اپنی' اپنے خاندان کی جائز ضروریات کو پورا کرنے اور معاشرے کی بہتری کے لیے کیا جائے وہ بھی عبادت ہے۔ ایسے اوقات میں اگر ہر کام اس کے مبارک نام (بسم اللہ) سے شروع کیا جائے اور ہر موقع کے مطابق اسی کے نام کا ذکر کیا جائے۔ جیسے سبحان اللہ، الحمد اللہ، انشاءاللہ، ماشاء اللہ، جزاک اللہ وغیرہ اور کام کے دوران جہاں تک ممکن ہو سکے اسکی یاد دل و دماغ میں چھائی رہے تو یہ سارے لمحات اس کی یاد میں شامل ہو جاتے ہیں۔

مراقبہ: اللہ تعالیٰ نے ذکر کی ایک اور شکل بیان فرمائی ہے جس کو ہم مراقبہ کہتے ہیں۔ اسی سے عرفانِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ سورہ مزمل میں ارشاد ہے کہ ''اپنے

Marfat.com

رب کے نام کا ذکر کرو سب سے منقطع ہو کر جس طرح منقطع ہونے کا حق ہے'' (34)۔

''اور اپنے رب کو یاد کرو اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور ڈرتے ہوئے اور (زور کی آواز کی نسبت) دھیمی آواز سے صبح و شام اس کو یاد کرو اور غافلوں میں سے نہ ہو'' (35)۔

گویا شور و غل سے دُور خاموشی کے ساتھ ساری دنیا سے کٹ کر اس کو یاد کیا جائے۔ اس میں بھی ایک زبردست حکمت پنہاں ہے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب خاموشی اور سکون کی حالت میں انسان کسی ایک نقطہ پر اپنی توجہ مرکوز کرتا ہے تو یکسوئی کی ایسی کیفیت پیدا ہوتی ہے جس سے ہر مسئلہ کا حل خود بخود سامنے آ جاتا ہے۔ لہذا اگر بندہ دنیا سے کٹ کر اپنے دل کی گہرائیوں سے اللہ کو یاد کرتا ہے اور اس طرح کوشش کرتا رہتا ہے تو اس کی روح اس عظیم منبع ارواح کے ساتھ رابطہ کرنے کے لیے قریب تر ہو جاتی ہے۔

چشم بند و گوش بند و لب بہ بند　　گر نہ بینی سرِّ حق بر ما بخند

ذہن کی تربیت: دراصل انسان کا ذہن ایسے بے لگام گھوڑے کی مانند ہے جو تربیت کے بغیر سواری کے قابل نہیں ہوتا۔ لہذا ذہن کی بھی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے لیے جسم کو مکمل سکون اور آرام کی حالت میں رکھ کر کسی ایک نقطہ پر توجہ مرکوز کر کے اس کی تربیت کی جا سکتی ہے۔ اس کے لیے ایک پرسکون جگہ، پاکیزہ ماحول اور مقررہ اوقات پر باقاعدگی سے مشق درکار ہے۔ اگر یہ نقطہ جس پر

Marfat.com

توجہ کی جائے اللہ کا نام ہوتو نہ صرف یکسوئی کی کیفیت جلد پیدا ہوتی ہے بلکہ بندے کی روح اس فطری تعلق کی طرف مائل ہو جاتی ہے جو اس کا منبع ارواح کے ساتھ ہے۔ اس طرح اس کا جسم اور ذہن دونوں مل کر اس تعلق کو بے نقاب کرنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں جو ہماری اپنی بے توجہی سے وقتی طور پر دب گیا ہوتا ہے۔

ذکر کے اوقات: ذکر کے بارے میں دوسرا نقطہ جس طرف اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے وہ ذکر کرنے کے خصوصی اوقات ہیں۔ صبح و شام، آفتاب طلوع اور غروب ہونے سے پہلے اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور نماز کے بعد بھی اس کی تسبیح کیا کرو'' (36)۔ اور ''رات کو اور ستاروں کے ڈوبنے کے بعد بھی اس کی تسبیح کیا کرو'' (37)۔ گویا یہ اوقات ہیں جن میں بندہ ذکر الٰہی کرتے وقت اس کی ذات میں گم ہو جاتا ہے۔ ان اوقات کے تعین میں بھی بہت بڑی حکمت چھپی ہوئی ہے۔

موجودہ تحقیق نے ثابت کیا ہے کہ روشنی کی مختلف قسم کی لہریں ہوتی ہیں۔ جیسے الٹرا وائلٹ روشنی جو جراثیم کش ہے۔ انفراریڈ خاص قسم کی گرم لہریں ہوتی ہیں۔ اسی طرح آواز کی بھی مختلف قسم کی لہریں ہیں جیسے الٹراساؤنڈ جس سے ہم انسانی جسم کے اندر کے اعضا کا معائنہ کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ذہن سے بھی مختلف حالتوں میں مختلف قسم کی لہریں نکلتی ہیں۔ دن کے وقت جاگنے کی حالت میں ''بیٹا'' لہریں نکلتی ہیں۔ سوتے وقت ''تھیٹا یا ڈیلٹا'' لہریں لیکن سونے اور جاگنے کے درمیانی حالت میں ''اَیلفا'' قسم کی لہریں خارج ہوتی ہیں اور یہ وہ کیفیت ہوتی ہے جب بندے کا تحت

Marfat.com

الشعوراور لاشعور اپنے شعور کے قریب تر ہوتے ہیں۔اسی حالت میں بندہ اپنی روح کے اندر زیادہ آسانی سے جھانک کر دیکھ سکتا ہے۔ ذہن کی یہ کیفیت خاص طور پر (۱) رات کے وقت جاگنے کی حالت میں ہوسکتی ہے جب بندہ نیند سے بیدار ہوتا ہے خصوصاً تہجد کے وقت (۲) یکسوئی کی حالت میں اور (۳) اگر نماز پورے خشوع وخضوع سے ادا کی جائے تو یہ ذہن کی کیفیت نماز کے فوراً بعد بھی رہ سکتی ہے۔اس سے ان اوقات کے تعین کی حکمت واضع ہوتی ہے۔

ذکر کے فوائد: اللہ کے نام کا ذکر اس کی معرفت کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہ دلی اطمینان کے ساتھ ذہنی سکون پیدا کرتا ہے۔جسمانی اور ذہنی طور پر اس کے بے شمار اضافی فوائد ہیں۔ مثلاً یاداشت بڑھانے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔خونی دباؤ یعنی بلڈ پریشر معمول پر رکھتا ہے اور بیماری کے خلاف قوتِ مدافعت میں اضافہ کرتا ہے۔ ہالینڈ کے ایک ماہر نفسیات نے غیر مسلموں پر تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا مطالعہ اور لفظ 'اللہ' کا بار بار دھرانا افسردگی اور تناؤ سے نجات دلاتے ہیں۔اس طرح اللہ کے نام کا ذکر بے شمار نفسیاتی بیماریوں سے شفا بخشتا ہے۔ بہر حال جب ذہن اللہ کی یاد سے صرف اس کی ذات پر مرکوز ہو جاتا ہے تو دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت خود بخود جاگزین ہو جاتی ہے۔اور نیکی اور صلاح وفلاح کے حقوق بندے کی فطرت قرار پاتے ہیں۔ یوں بندہ اپنی منفرد ہستی کے احساس سے بالاتر ہو کر اپنے آپ کو حقیقت مطلقہ سے متحد محسوس کرتا ہے۔اس کا عرفان ایک ملکوتی خاموشی ہے۔اس

Marfat.com

طرح تمام حواس کی فنا کے بعد جب اللہ کا نور انسان کے قلب اور روح کو نورانی بنا دیتا ہے تو اس کا وجود فنا ہو کر ہستی اعلیٰ کے وجود میں بقا حاصل کر لیتا ہے۔ اور یہی ابدی اور لازوال زندگی ہے۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

علامہ اقبالؒ

اللہ تعالیٰ اگرچہ شہ رگ سے بھی زیادہ بندے کے قریب ہے لیکن اس کے عرفان کے لیے پہلے تذکیہ نفس یعنی اپنے آپ کو پاک کرنے کی ضرورت ہے پھر اس کے لیے استقلال کے ساتھ خلوص سے کوشش درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اے انسان تجھے اپنے رب تک پہنچنے کے لیے سہ سہ کر تکلیف اٹھانی ہے پھر اس سے ملنا ہے'' (38)۔ ''اے ایمان والو! اللہ کو بہت یاد کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کرو۔ وہی ہے کہ تم پر درود (رحمت) بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے بھی (درود بھیجتے ہیں) وہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر اُجالے کی طرف لے جاتا ہے اور وہ مومنین پر بہت مہربان ہے'' (39)۔

Marfat.com

دعوت غور وفکر

تسخیر کائنات

قرآن مجید زندگی کے ہر شعبے کا احاطہ کرتے ہوئے انسان کیلئے صحیح راہیں متعین کرتا ہے۔ایک طرف روحانی تعلق کی طرف روشنی ہے تو دوسری طرف مادی زندگی کی طرف رہنمائی۔اس مادی زندگی کی بہتری کے لیے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ''جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ جولوگ غور کرتے ہیں اس میں ان کے لیے نشانیاں ہیں'' (40)۔وہی ہے جس نے تمہارے لیے وہ سب چیزیں پیدا کیں جو زمین میں ہیں (41)۔پھر کن کن کر ان کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی۔''اور رات اور دن اور سورج اور چاند کو اُس کے حکم سے تمہارے کام میں لگا دیا اور ستارے بھی کام میں لگے ہوئے ہیں۔اس میں اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سمجھ رکھتے ہیں''۔''اور تمہارے بس میں دریاؤں کو کر دیا اُس کے حکم سے اُس میں کشتیاں چلیں تا کہ اُس کا فضل تلاش کرو'' اور ''اس سے موتی نکالو جسے تم پہنتے ہو''۔اور ''روئے زمین پر بہت سی چیزیں تمہارے فائدے کے لیے پیدا کی ہیں جن کے مختلف رنگ ہیں ان لوگوں کے لیے جو غور کرتے ہیں'' (42)۔''اور کیا تم غور نہیں کرتے کہ زمین میں جو کچھ ہے اس کو تمہارے لیے مسخر کر دیا'' (43)۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات میں جو کچھ ہے سب کو ہمارے لیے مسخر کر دیا ہے لہذا ہم پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان عنایات پر غور وفکر اور تحقیق و

Marfat.com

تدبر سے، قدرت کے اصولوں کو سمجھیں اور ان سے اپنی اور ساری انسانیت کی بہتری کے لئے فائدے حاصل کریں۔ جیسا کہ مسلمان شروع کے سات سو سال تک کرتے آئے اور دوسری قوموں پر سبقت حاصل کر کے ان پر حکمرانی کی۔ آج کی سائنس، ٹیکنالوجی اور طب نے جو ترقی کی ہے اُس کی بنیاد مسلمان سائنس دانوں نے رکھی۔ لیکن جب مسلمان آرام طلب اور سست ہو گے اور محنت اور غور فکر اور تحقیق و تخلیق کو چھوڑ دیا تو دوسری قوموں نے اُن کی دی ہوئی بنیادوں پر کام کر کے اُسے آگے بڑھایا اور طاقتور بن کر مسلمانوں کو ہی محکوم کر لیا۔ اگر آج بھی ہم نے اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتوں سے فائدہ نہ اُٹھایا تو ہمیں تاریکی میں دھکیل دیا جائے گا۔ یہی قانون فطرت ہے۔

جس طرح بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا اور ہر وہ کام جس سے دوسروں کی بھلائی مقصود ہو ''عملِ صالح'' ہیں اسی طرح تخلیق و تجسس سے جسم و جان اور معاشرے اور ملک و ملت کے حقوق کی ادائیگی اور بدلتے ہوئے حالات کا مقابلہ کرنے کیلئے تخلیق اور ایجادات کے ذریعہ انسانی بہتری کے لیے نئی راہیں نکالنا بھی اشرف المخلوقات ہونے کے حق کی ادائیگی ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں جگہ جگہ ''عمل صالح'' کی بھی ترغیب دی گئی ہے۔ جس کا مقصد انسانی فلاح ہے۔ نیک کام کرنے والوں کے لیے بہت سے انعامات کا ذکر ہے (44)۔ ''پس جنہوں نے عملِ صالح کیا ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو اس دنیا میں خلیفہ بنائے گا'' (45)۔ اور ''یہ کہ جو شخص نیک کام کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن بھی ہو اُس کو پاک زندگی سے زندہ رکھتا ہے اور اُس کے اعمال کا نہایت اچھا بدلہ دیتا ہے'' (46)۔

Marfat.com

اجتہاد کا راستہ

قرآن مجید کی تقریباً آٹھ سو سے زیادہ آیات میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے۔ارشاد باری تعالٰے ہے کہ ''ہم نے آپ ﷺ پر ذکر یعنی قرآن نازل کیا تا کہ جو کچھ لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے آپ ﷺ ان کے سامنے بیان کریں اور وہ (خود بھی) غور وفکر کریں (47)۔ اگر ہم اس آیت مبارکہ پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اس میں مسلمان کی بقا پنہاں ہے۔ یہ وہ راستہ دکھاتی ہے جس سے قرآن مجید اور اسوہ حسنہ کی روشنی میں غور وفکر کر کے تعقل اور تدبر کے ساتھ ہر دور کے چیلنج کا مقابلہ کرنے کے لئے' روح اسلام سے مماثلت رکھتے ہوئے' درست راستے کا تعین ہوسکتا ہے۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ دین اسلام کو ہمیشہ کیلئے مکمل فرمادیا۔

علم: صحیح غور وفکر کی صلاحیت علم کے حصول سے پیدا ہوتی ہے۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ ''علم حاصل کرنا فرض ہے'' اور جہالت سے بڑھ کر کوئی مفلسی نہیں (48)۔علم روشنی ہے اور جہالت تاریکی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو علم سکھا کر فرشتوں سے ممتاز فرمایا۔اور رسول پاک ﷺ پر سب سے پہلی وحی میں حکم تھا ''پڑھ'' (49) علم ہی تحقیق کا ذریعہ ہے اور اسی سے قوت تخلیق اور صحیح فیصلہ کی استطاعت پیدا ہوتی ہے اور یہی اوصاف بندے کو اشرف المخلوقات بناتے ہیں۔قرآن مجید میں مختلف دنیاوی وسماوی علوم حاصل کرنے کی طرف نشاندہی بھی کی گئی ہے۔ حصول علم اور غور و فکر ہی سائنسی تحقیق و ترقی اور ٹیکنالوجی کی بنیاد ہیں جن سے آج انسان ستاروں پر کمند

Marfat.com

ڈال رہا ہے۔علم وتعقل ہی زمانے کے بدلتے ہوئے حالات میں صحیح راستے کا تعین کرنے میں مدد دیتے ہیں اور علم وعقل اور غور وفکر ہی انسان کیلئے دنیا اور آخرت میں کامیابی وکامرانی کا موجب بنتے ہیں۔

قرآن مجید قیامت تک کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے اور اس کے رموز کا انکشاف جدید علوم اور سائنس کی روشنی میں اہل دانش پر بتدریج ہوتا جائے گا۔کائنات اور انسان سے متعلق قرآن کی وہ باتیں جن کی پہلے سمجھ نہیں تھی موجودہ تحقیق نے ان کو ثابت کر دیا ہے۔جیسے اجسامِ فلکی کے وجود اور ان کی حرکات' ہر چیز کے جوڑے جوڑے ہونا' انسانی پیدائش سے متعلق اور ایسے بہت سے حقائق۔ایسے انکشافات کا سلسلہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تا قیامت جاری وساری رہے گا۔اس طرح قرآن مجید وہ معجزہ ہے جس میں ہر دور کے اندر اور زندگی کے ہر پہلو پر عاقلین کے لیے روشنی ہے۔ ''ہم عنقریب اپنی نشانیاں آفاقِ عالم میں بھی اور (جو قرآن سے انکار کرتے ہیں) خود ان کی ذات میں بھی دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ یہ قرآن حق ہے(50)۔اور یہی ہمیشہ کے لیے اللہ تعالےٰ کی حاکمیت کا اہتمام ہے۔

تسخیرِ حیات

غور وفکر ہی اللہ تعالیٰ کی ذات میں جذب پیدا کرتا ہے۔ عاقلین ہی ذاکرین ہیں کیونکہ ان کی عقل سے پردہ ہٹ جاتا ہے اور طلوع آفتاب ستاروں کی

Marfat.com

گردش اور کائنات کی ہر چیز اور جو کچھ زمین و آسمانوں میں ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی ذات دکھائی دیتی ہے۔اس طرح جب بندہ اللہ کو بہت یاد کرتا ہے اور ذکر و فکر میں گم ہو جاتا ہے تو اس کو اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی ذات کی جھلک دکھائی دیتی ہے لیکن یہ مشاہدہ اُسی وقت ممکن ہے جب بندہ اپنے نفس کو ہر طرح سے پاک کر لیتا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو بہترین پیمانے پر تخلیق کیا(51)۔اور اس کے ''نفس کو استوار یعنی ٹھیک کیا اور اس میں فجور اور تقویٰ دونوں الہام (یعنی القا) کر دیئے''۔اس طرح گویا اس کے اندر اچھائی اور برائی کی تمیز پیدا کر دی۔''پس جس نے نفس کا تذکیہ کیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے اُسے مٹی میں ملا دیا وہ بری طرح سے ناکام ہوا''(52)۔

زندگی کو صحیح راستے پر چلانے کے لیے تذکیہ بنیادی حیثیت کا حامل ہے یہ افکار و خیالات۔اطوار و عبادات اور اعمال کی پاکیزگی ہے۔گویا دل کے آئینے کو ہر برائی سے پاک رکھنا' خواہ اس کا تعلق حقوق اللہ سے ہو یا حقوق العباد سے' تذکیہء نفس ہے۔قرآنِ مجید کی مختلف آیات میں 'نفس' کا استعمال روح' جان' قلب' وجود' مزاج' طبیعت اور فطرت کے معنوں میں ہوا ہے۔بہر حال تذکیہ کے حوالے سے مخاطب انسان بحیثیت ایک مکمل شخصیت کے ہے جس کو اچھائی کی طرف مائل کرنے اور برائی سے روکنے کے لیے استقامت کے ساتھ جہدِ مسلسل کی ضرورت ہے۔لہذا جب بندہ نیکی اختیار کر لیتا ہے تو راہِ راست پر چل پڑتا ہے۔اس راستے کی مشکلات سے نبٹتے رہنا اور غلط ترغیبات سے بچتے رہنا ہی تذکیہ کی جانب قدم ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اے ایمان والو! اپنے نفس کی حفاظت کرو اور جب تم ہدایت پر ہو گے تو تم کو کوئی گمراہ نہیں کر سکے گا(53)۔''اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرا اور جس نے

Marfat.com

اپنے نفس کو بُری خواہشات سے روکا اس کا ٹھکانہ جنت ہے'' (54)۔اس لیے نفس کو بُری خواہشات سے روکنا ہی تقویٰ ہے اور بندے کا ضمیر خود فیصلہ کرتا ہے کہ برائی کیا ہے۔

عبادات کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے (55) اور عبادات کی حقیقت اللہ تعالیٰ سے محبت اور باہم انسانوں سے محبت ہے جو اُس فطری تقاضا کی ایفا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔اسی محبت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں'' (56)۔اور یہی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں دہرائی لیکن اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ اسلام کے پہلوؤں کے مقاصد اور روح کو سمجھے بغیر چند ایک فروعات کی بنا پر آج مسلمان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے ہیں جن سے بالاتر ہو کر اور متحد ہو کر ہی برائی کے خلاف ملّت ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن سکتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ایسا کرو گے تو تم بُزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (57)۔

تاریخ گواہ ہے کہ ماضی میں ہماری عظیم سلطنتیں جیسے عثمانیہ' بغداد اور اندلس فرقہ بندی اور تفرقہ کی نذر ہو گئیں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ''سب مل کر اُس کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ مت کرو'' (58) ''اور جنہوں نے دین میں تفرقہ کیا اور گروہ در گروہ ہو گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں'' (59) اور ''مشرکوں سے نہ ہو جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ان کے لیے بڑا عذاب ہے'' (60) ''اور ان سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کے نام کا ذکر کیے جانے سے منع کرے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے (یعنی اس کا باعث بنے)۔ان لوگوں کو تو کبھی بے ڈر ہو کر ان میں داخل نہ ہونا چاہیئے۔ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور

Marfat.com

آخرت میں بڑا عذاب ہے" (61) ۔اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "بیشک تمہارا دین ایک دین ہے۔ پس جو ایمان لائے اور اس (کے دین کی) رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھا اُن کو اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور اپنی طرف (پہنچنے کا) سیدھا راستہ دکھائے گا" (62)۔

رسول اللہ ﷺ نے عرب کے لوگوں کو جو پہلے قبیلوں میں بٹ کر ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھے ایسا متحد کیا کہ وہ ایک ناقابلِ شکست اور عظیم مِلّت بن کر اُبھر آئے۔ کیونکہ اسلام نام ہے امن کا اور امن سے ہی کسی قوم میں خوشحالی اور ترقی آتی ہے اور بدامنی اور انتشار سے ملت کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔ لیکن آج ذرا غور کریں کہ اگر ہم نماز میں زبان سے تو تمام مومنین کی مغفرت کے لیے دعا گو ہوتے ہیں اور سلامتی اور رحمت کے طلبگار ہیں لیکن عملاً فرقوں میں بٹ کر ایک دوسرے سے دست و پا ہیں۔

ارکانِ اسلام: ویسے تو تمام احکامِ الٰہی پر عمل کرنے سے صحیح مومن بنتا ہے لیکن ایمان' توحید' نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج اور جہاد' اسلام کے بنیادی ارکان کہلاتے ہیں۔ ان میں روزانہ ادا کرنے والا رکن نماز کا قیام ہے۔ نماز کے معنی اور روح کو سمجھ کر قیام (63) ایک طرف اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی ہے اور دوسری طرف مساوات' اتحاد' تنظیم' وقت کی پابندی اور امن و آشتی کی بہترین تربیت ہے اور نماز ہر برائی سے بچاتی ہے۔ لیکن ہم بحیثیت قوم ان خصائل سے عاری ہیں کیونکہ ہم میں سے اکثر نماز کے الفاظ بغیر معنی سمجھے اور ارکان' بغیر ان کے مقاصد کی تکمیل کے ادا کرتے ہیں۔ مثلاً جیسے اوپر بیان ہو چکا ہے ہم میں اتحاد نہیں۔ اسی طرح نماز تنظیم کی بھی بہترین مثال پیش کرتی ہے لیکن ہماری زندگیوں میں نظم و ضبط نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید کی سورہ الصّٰفّٰت

Marfat.com

میں ان کی کی قسم کھاتا ہے جو قطار باندھے ہوتے ہیں۔ دراصل یہ بھی ہمارے لیے تنظیم کی طرف رہنمائی ہے کیونکہ بدنظمی شکست اور تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔

آج اسلام کا تصور صرف نماز پڑھ لینا' روزہ رکھنا اور مقدور ہونے پر زکوٰۃ دینا اور حج کر لینا ہی سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح خودسوزی کے ذریعہ یا کسی اور طریقے سے معصوم لوگوں کے ناحق قتل کو غلط طور پر جہاد سے منسوب کیا جا رہا ہے۔

دراصل اسلام کے ہر بنیادی ستون کی ایک روح ہے جن کا ذکر امام غزالیؒ نے بھی تفصیل سے کیا ہے۔ ان کا مقصد اپنے اندر اور باہر پاکیزگی پیدا کرنا' قدروں کا تحفظ اور باہم ہمدردی و محبت کی فضا میں ایک کامل انسان اور صحت مند معاشرے کی تکمیل ہے۔ اور آج کی ضرورت کے تحت جہالت' غربت' بیماری' برائی' تنگ نظری' نفاق' بدنظمی اور بداخلاقی کے خاتمے کے لیے جہاد یعنی جہد مسلسل ہے۔ اور اس کے ساتھ صراطِ مستقیم یعنی سیدھے راستے پر چلنے کی کوشش ہے جس راستے کی منزل اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس لیے اسلام کے بنیادی ارکان' کی غرض و غائت اور معنیٰ سمجھ کر' باقاعدگی سے نفس کو رفتہ رفتہ اطاعت کا عادی بنا دیتی ہے اور اس سے منکرات یعنی برائیاں چھوٹ جاتی ہیں۔ اور اس عزوجل کی ذات پاک بندے کی زندگی میں تطہیر بخشتی ہے اور پختہ ایمان' تقویٰ' اتحاد اور تنظیم اُس کی شخصیت کے جزو اور سچائی' ایمان داری' ایفائے عہد غرضیکہ سارے معروفاتِ فطرت یعنی اعمالِ حسنہ اور اخلاقِ فاضلہ اس کی فطرت قرار پاتے ہیں۔ یہی تسخیرِ حیات ہے۔

Marfat.com

5- لائحہ عمل

اعتدال کی ضرورت

اللہ تعالیٰ زندگی کے ہر پہلو میں عدل قائم کرنے کا حکم دیتا ہے(64) ۔لیکن آج کے اعصاب شکن دور میں مزید اور مزید حاصل کرنے کے باہمی مقابلے میں اور اپنی مادی ضروریات کی بڑھتی ہوئی خواہشات کو پورا کرنے کی دوڑ میں انسان اس قدر ڈوبا ہوا ہے کہ اس کو اپنے اندر جھانک کر دیکھنے کی فرصت ہی نہیں اور وہ توازن کھو چکا ہے جو مادی اور روحانی ضروریات کو پورا کرنے میں ہونا چاہیے ۔اس لئے دلی اطمینان ناپید ہوتا جارہا ہے۔لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان جہاں اپنی' اپنے خاندان اور معاشرے کی بنیادی ضروریات پورا کرنے کیلئے تگ و دَو کرے اس کے ساتھ ساتھ اپنے اندر کی آواز کی فطری خواہش جو سکونِ قلب حاصل کرنے کی ہے' اسے بھی پورا کرنے کی پوری کوشش کرے ۔یعنی دین و دنیا دونوں کے لئے بھر پور محنت کرے۔ یہ اندر کی خواہش کی تکمیل ہی جنت ہے جس کے سامنے دنیا کی ہر چیز بے حقیقت ہو کر رہ جاتی ہے۔

روزمرہ کی زندگی کے حوالے سے عدل یہ ہے کہ روحانی اور مادی زندگی میں اس طرح توازن قائم کیا جائے کہ دونوں کے حقوق کی صحیح طور پر ادائیگی ہو سکے۔ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی یاد کے ساتھ رجوع کرے جو ایک فطری تقاضا ہے اور کتاب وسنت کا پابند ہو جس کا مقصد بندے کے اندر اور معاشرے میں ہم آہنگی پیدا کرنا

Marfat.com

ہے۔ دوسری طرف حقوق العباد کا بھی پوری طرح خیال رکھے جن میں اپنے جسم و جان کے حقوق' والدین اور اپنے عزیز و اقارب کے حقوق' قرابت داروں کے حقوق' ان کے حقوق جن سے واسطہ یا لین دین ہوتا ہے اور ان سب لوگوں کے حقوق جو کسی بھی مشکل' تکلیف اور مصیبت میں ہوں' شامل ہیں۔ اور اس کے ساتھ پوری قوم و ملت کے حقوق کی بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اس طرح عدل زندگی کے تمام مظاہر اور سرگرمیوں کا احاطہ کرتے ہوئے روحانی اور مادی اقدار میں ایک خوشگوار امتزاج پیدا کرتا ہے۔

ہمارے ہاں علیحدہ علیحدہ طبقے بن چکے ہیں ایک تو وہ اللہ کے بندے ہیں جو راہِ راست پر ہیں اور زندگی میں عدل قائم رکھتے ہیں۔ دوسرا طبقہ صرف دنیاوی زندگی اپنائے ہوئے ہے اور روح کے حقوق سے بے خبر۔ اور تیسرا صرف مذہب کی جانب مائل ہے جو صرف ظاہری شکل و صورت پر اکتفا کر کے حقوق العباد سے بے اعتنائی برتتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات سے انسانیت کے فائدے کے لیے بھی کچھ نہیں کرتا۔ لیکن وہ اپنی جگہ اطمینان محسوس کرتا ہے کہ اس نے نماز روزہ اور دوسرے ظاہری ارکان کی پابندی کر کے اسلام کے فرائض کی ادائیگی کر دی۔ دراصل جب تک دینی اور دنیاوی دونوں فرائض کی ادائیگی ایک باہم توازن کے ساتھ نہ کی جائے انسان کامل نہیں بنتا۔

اللہ تعالیٰ جہاں نماز' ترتیل کے ساتھ قرآن پڑھنے اور ذکر و فکر کی ہدایت فرماتا ہے' وہ ہماری دنیاوی ذمہ داریوں سے بھی پوری طرح واقف ہے اور ان کو

Marfat.com

نبھانے کی طرف بھی رہنمائی ان الفاظ میں فرماتا ہے کہ ''آپ کا رب خوب جانتا ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھیوں میں بعض آدمی کبھی دو تہائی رات، کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات تہجد نماز کے لیے کھڑے رہتے ہیں وہ (خوب) جانتا ہے کہ تم اسے ہرگز نہ نبھا سکو گے۔ پس اُس نے مہربانی کی لہذا جتنا قرآن پڑھنا تمہارے لیے آسان ہو اتنا ہی پڑھو۔ وہ جانتا ہے کہ تم میں بعض بیمار بھی ہوں گے، بعض ملک میں سفر کر کے اللہ تعالیٰ کا فضل (یعنی روزی) بھی تلاش کریں گے اور بعض اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔ پس جتنا آسانی سے ہو سکے اتنا قرآن پڑھ لیا کرو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو'' (65)۔ اسی طرح سورہ الجمعہ میں ارشاد ہے ''پھر جب نماز (جمعہ) ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور بکثرت اللہ کا ذکر کیا کرو تا کہ فلاح پاؤ'' (66)۔

دنیا میں عدل کی سب سے عمدہ مثال رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ ہے جنہوں نے ایک عام آدمی سے لے کر ایک عظیم سلطنت کے کامیاب سربراہ ہونے کی حیثیت سے ایک مثالی کردار ادا کرتے ہوئے بھرپور زندگی گزاری۔ وہ ایک مشفق باپ، ایک محبت کرنے والے خاوند، ایک ہمدرد اور خیر خواہ انسان، ایک کامیاب تاجر، ایک عادل منصف اور ایک عظیم سپہ سالار تھے اور اس طرح زندگی کے ہر ایک شعبہ میں بہترین نمونہ پیش کیا۔ اس سے بڑھ کر ہمارے لیے اور کیا رہنمائی ہو سکتی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس دنیا کے واسطے اس طرح کام کرو جیسے ہمیشہ زندہ رہنا ہے

Marfat.com

اورآخرت کے لیے اس طرح جیسے کل ہی روزِ آخر ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ جو عدل کا حکم دیتا ہے وہ سیدھی راہ پر ہے(67)۔

عدل کے حوالے سے حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی فرض ہے۔ حقوق اللہ کے حوالے سے پہلے تفصیل سے بیان ہو چکا ہے۔اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی اس کے احکامات کی تعمیل کے ساتھ اس سے محبت ہے اور جس کا اظہار اس کا ذکر ہے وہ فرماتا ہے ''بیشک وہ فلاح پا گیا جس نے تذکیہ کیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا رہا اور نماز قائم کی'' (24) تذکیہ سے مراد پاک دامنی' اپنے افکار و خیالات' اطوار و عادات اور اعمال گویا پورے جسم و جان کی پاکیزگی ہے اور بے حیائی کی باتوں اور اخلاق سوز حرکات سے بچنا ہے۔اس میں رزقِ حلال یعنی پاکیزہ روزی خصوصیت کی حامل ہے جو کمائی کے تمام ذرائع پر محیط ہے۔ چونکہ یہ انسان کی ایک بنیادی ضرورت ہے اس لیے اس کے حصول کی خاطر وہ اکثر ہر قسم کے جائز و ناجائز طریقے استعمال کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے ذریعہ معاش کاروبار ہو یا ملازمت یا زراعت ہر ایک میں ایمانداری' محنت اور کام کے معیار کو ملحوظِ خاطر رکھنے سے روزی پاکیزہ رہ سکتی ہے۔اس طرح تذکیہ اور اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اور ہمیشہ اس کی یاد جس کا تعارف پچھلے صفحوں میں پیش کیا جا چکا ہے حقوق اللہ کی ادائیگی کی طرف کوشش ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''(صالحین) مرد وہ ہیں کہ ان کو ان کی تجارت اور

Marfat.com

خرید وفروخت اللہ کی یاد اور نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی۔ وہ قیامت کے اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں بہت سے دل اور آنکھیں اُلٹ پلٹ ہو جائیں گی'' (68)۔ ''اور تمہارا مال اور اولاد ایسی چیز نہیں کہ تم کو ہمارا مقرب بنا دیں۔ ہاں (ہمارا مقرب وہ ہے) جو ایمان لایا اور نیک عمل کرتا رہا'' (69)۔ ''پس جو کوئی اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اس کو چاہیئے کہ عمل صالح یعنی نیک کام کرے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے'' (70)۔ عمل صالح میں حقوق العباد بھی شامل ہیں جن میں چند ایک ضروری حقوق کا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔

حقوق العباد

حقوق العباد سے مراد بندوں کے حقوق ہیں۔ ان میں ایک طرف تو پوری انسانیت کے مجموعی فائدے کے لیے کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور دوسری طرف ایسے حقوق جن کا تعلق باہم ایک دوسرے سے ہے ان کا پورا کرنا فرض ہے۔ لہذا ان کی ادائیگی سے ہی ایک خوشگوار، خوشحال، پرامن اور انصاف پر مبنی معاشرہ قائم ہوتا ہے اور پوری قوم سرفرازی اور اوجِ ترقی پر گامزن ہوتی ہے۔ ان کی ادائیگی ایک فطری ضرورت ہے کیونکہ سب لوگ روحانی طور پر رشتے کی ایک ہی لڑی سے بندھے ہوئے ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے اس لیے حقوق العباد کی ادائیگی اس کا اہم ترین جزو

Marfat.com

ہے۔ نفسِ انسانی کی ترکیب بھی کچھ اس طرح ہے کہ خوشگوار باہم تعلقات، سچائی اور ایمان داری پر مبنی معاملات اور ایک دوسرے سے خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبات اندرونی طور پر اس کو بھاتے ہیں۔ اس لیے یہ تینوں زندگی کی اعلیٰ ترین قدریں سمجھی جاتی ہیں۔ عملِ صالح یعنی نیکی سے مراد اقدارِ حیات کی حفاظت ہے اور یہ عمدہ اخلاق کی تکمیل سے ہی ممکن ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو بھیجا تا کہ وہ اخلاق حسنہ کو مکمل فرما دیں۔ (71) آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہے۔ (72) حُسن خلق کی تعریف میں حضرت عبداللہ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ یہ نام ہے خوش روئی کا، مال و زر خرچ کرنے کا اور کسی کو تکلیف نہ دینے کا۔ لہذا یہ تعریف ان تینوں قدروں کا احاطہ کرتی ہے یعنی خوشگوار تعلقات، محبت کے جذبات اور ایمانداری پر مبنی معاملات جن کا تعارف حسب ذیل ہے۔

رسول ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچ کر اپنے سب سے پہلے خطبے میں فرمایا ''۔۔۔ اے لوگو!۔۔۔ اگر تمہارے پاس کھجور کا ایک ٹکڑا بھی ہے تو تم اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اپنے آپ کو جہنم سے بچا سکتے ہو۔ اور جس کو یہ بھی میسر نہیں وہ اچھی بات کے ذریعہ اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ بے شک بھلی بات کی جزا اللہ کے پاس دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک دی جاتی ہے۔ ایک دوسرے سے محبت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر اپنی روح اتار دی ہے۔ بیشک اللہ اس بات سے ناراض ہوتا ہے کہ اس کے وعدے کو توڑا جائے''۔ (73)

Marfat.com

اس خطبہ میں رسول پاک صل اللہ علیہ وسلم نے حقوق العباد سے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام کو چند الفاظ میں بیان فرما کر دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔ اس میں باہم تعلقات' معاملات اور جذبات تینوں سے متعلق رہنمائی ہے۔ اللہ کی راہ میں استطاعت کے مطابق خرچ کرنا خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبات کی ترجمانی ہے۔ اچھی بات اور ایفائے عہد دونوں باہم خوشگوار تعلقات کی طرف رہنمائی ہے اور ایک دوسرے سے محبت' باہم جان و مال اور عزت و ناموس کی حفاظت اور احسن طریقے سے معاملات طے کرنے کی ضمانت ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ چاہتے ہیں کہ ایسا خوش کن اور اطمینان بخش معاشرہ تشکیل پائے جو پسندیدہ عادات کی تصویر ہو۔ اس لیے وہ معروفاتِ فطرت کا حکم دیتے ہیں اور منکرات سے منع فرماتے ہیں۔ اللہ تعالی کا حکم ہے کہ ''نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی میں مدد نہ کرو (74)۔ باہم خوشگوار تعلقات' انصاف پر مبنی معاملات اور محبت اور ہمدردی کے جذبات سے متعلق چند ضروری نکات کا تعارف درجِ ذیل ہے۔

باہم تعلقات: اس حوالے سے جتنے بھی اوامر ہیں اگر ہم ان کا بغور جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ان میں سے بیشتر کا انحصار ہماری زبان کے صحیح یا غلط استعمال پر ہے۔ اکثر اسی سے تعلقات بنتے ہیں اور اسی سے بگڑتے ہیں۔ اسی سے سچائی' خیر خواہی' خوش خلقی' ہمدردی' پیار اور محبت اور باہم عزت کے جذبات کا اظہار ہوتا ہے اور زبان ہی بدگوئی' الزام تراشی' چغلی' غیبت وغیرہ کرتی ہے۔ کہتے ہیں کہ میٹھے بول میں جادو

Marfat.com

ہے۔لہذا جس کسی نے زبان کو قابو میں رکھا اور اس کو سوچ سمجھ کر اور احسن طریقے سے استعمال کیا۔اس نے دین و دنیا دونوں میں کامیابی حاصل کر لی۔

زبان پر قابو: اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ سچی' سیدھی' نرمی کے ساتھ اور خوشگوار لہجے میں بات کرو (75) سخت کلامی کا جواب اچھے طریقے سے دو۔ایسا کرنے سے تم دیکھو گے کہ جس شخص کے اور تمہارے درمیان دشمنی تھی وہ تمہارا دوست بن گیا(76) اور ''جب تم بیہودہ بات سنو تو اس سے منہ پھیر لو اور کہو ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے۔تم کو سلام۔ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے'' (77) یعنی ناشائستہ بات سن کر الجھنے کی بجائے خاموشی سے دوسرا راستہ اختیار کر لینا بہتر ہے۔پھر غصہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ تلقین فرماتا ہے کہ ''غصہ کی حالت میں اپنی زبان پر قابو رکھو۔درگزر اور احسان کرو (78) کیونکہ غصہ کئی بار انسان کو نیم پاگل بنا دیتا ہے۔غرور اور تکبر اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے اس لیے اترانے اور شیخی بگھاڑنے کی بہت مذمت کی گئی ہے۔تاریخ میں اور ہمیں اپنی زندگی میں بھی بے شمار مثالیں ملتی ہیں جن میں تکبر کرنے والوں کا انجام بہت عبرت ناک ہوا۔قرآن مجید میں درجنوں آیات میں غرور اور تکبر کو بہت برا فعل گردانا گیا ہے اور اس کی سخت سزا کا ذکر ہے (79) گویا بول چال میں ایسا رویہ اختیار کرنے کی ضرورت ہے جو سب کے لیے خوشی' امن اور محبت کا باعث ہو۔

روزمرہ کی زندگی کے تجربے کو سامنے رکھتے ہوئے زبان سے متعلق جن دو

Marfat.com

باتوں پر خصوصی توجہ کی ضرورت ہے وہ وعدوں کو پورا کرنا اور غیبت سے بچنا ہے۔ اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ وعدوں اور اقراروں کو پورا کرو کیونکہ ان کے بارے میں ضرور پوچھ گچھ ہوگی (80) قرآن مجید میں 6666 آیات میں تقریباً ایک ہزار آیات وعدوں اور اقراروں کو پورا کرنے سے متعلق ہیں اور اتنی ہی وعید یعنی وعدہ خلافی کی برائی اور سزا کے حوالے سے ہیں۔ اگر ہم اپنا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ وعدہ خلافی ہماری روزمرہ کی عادت بن چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں وہ اس سے سخت بیزار ہے (81) دوسری برائی جس کو اللہ تعالیٰ سختی سے منع فرماتا ہے وہ غیبت ہے۔ غیبت سے مراد کسی شخص کی غیر موجودگی میں اس کی برائی کی بات کرنا ہے۔ بیشک وہ برائی اس میں موجود ہو۔ اگر وہ برائی اس میں موجود نہیں تو یہ جھوٹی الزام تراشی یا بہتان ہوگا۔ یہ بھی سخت گناہ ہے۔ غیبت کے بارے میں مثال دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''کیا تم پسند کرتے ہو کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاؤ'' (82)۔

گھریلو زندگی چونکہ انسانی زندگی کا سب سے پہلا دائرہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ اس سے متعلق خصوصاً حکم فرماتا ہے کہ والدین سے احسان، نیک برتاؤ اور بھلائی کرو۔ اور ان کے سامنے عجز و نیاز سے جھکے رہو اور ان کے حق میں اچھی دعا کرو اور جب وہ بڑی عمر کو پہنچیں تو ان کے آگے اُف بھی نہ کہو (83) میاں بیوی کے تعلقات کے بارے میں ارشاد ہے کہ وہ ایک دوسرے کے لیے راحت، تسکین، محبت اور رحمت

Marfat.com

کا باعث ہوں(84) اور عورتوں کے بھی (مردوں پر) ایسے ہی حقوق ہیں جیسے کہ ان پر مردوں کے حقوق ہیں(85) اس طرح اللہ تعالیٰ دونوں کے حقوق کا برابری کی بنیاد پر تحفظ فرماتا ہے۔ والدین سے برتاؤ' اور میاں بیوی کے تعلقات میں خوشی باہم اچھے اندازِ گفتگو سے ہی ممکن ہے۔ ماں باپ پر بچوں کے حقوق کی ادائیگی ان کی اچھی نگہداشت اور بہتر تعلیم و تربیت دینا اور ان کو اچھا شہری بنانا ہے کیونکہ کسی بھی قوم کے مستقبل کا انحصار اس کی نئی پود کی صحیح نشو ونما پر ہوتا ہے۔

اگرچہ باہم تعلقات خوشگوار رکھنے کے لیے اور بہت سی ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی ہیں لیکن ان میں باہم معاملات کا خوش اسلوبی سے طے پانا بہت اہمیت کا حامل ہے۔

باہم معاملات: اس حوالے سے اگرچہ فقہا کی مختلف رائے اور ترجیحات ہیں لیکن بنیادی طور پر ایسے معاملات جن سے انسانوں کے درمیان لین دین اور رہن سہن کا تعلق ہے اس زمرے میں آتے ہیں۔ ان سے متعلق کئی ضوابط اور قوانین ہیں لیکن اصولاً ان سب کی بنیاد سچائی' ایمانداری' انصاف' پاکیزگی اور امن پر مبنی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں' جو ایک عالمی دستور کی حیثیت رکھتا ہے' فرمایا کہ اے لوگو!۔۔۔ بلاشبہ تمہارے خون (جانیں)' تمہارے مال اور تمہاری عزت و آبرو قیامت تک ایک دوسرے پر حرام ہے۔ جس طرح تمہارے لیے اِس دن' اِس مہینے اور اِس شہر کی حرمت واجب ہے(86)۔ اس

Marfat.com

طرح رسول اللہ ﷺ نے دوسروں کی جان و مال اور ناموس تینوں کا تحفظ ایک فرض قرار فرمایا۔

تحفظِ جان: تحفظِ جان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''جس شخص نے کسی ایک کو، بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد پھیلاتا ہو، قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی ایک کی جان بچائی اس نے گویا ساری انسانیت کو بچایا'' (87) لہذا کسی بھی انسان کا ناحق قتل سخت ترین جرم ہے۔ جس کی سزا اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جہنم ہے۔

تحفظِ عزّت: تحفظِ عزت و آبرو کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار بے حیائی کی باتوں کو ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو حرام قرار دیتا ہے'' (88)۔ ''بیشک جن لوگوں نے مومن مردوں اور عورتوں کو ستایا اور پھر توبہ بھی نہ کی تو ان کے لیے جہنم کا اور جلنے والا عذاب ہے'' (89)۔ تحفظِ جان اور عزت و آبرو کے ساتھ تحفظِ مال بھی اتنی ہی اہمیت کا حامل ہے۔

تحفظِ مال: تحفظِ مال کا تصور صنعت و حرفت، خدمات یعنی سر و سز اور لین دین سب کا احاطہ کرتا ہے۔ اس میں انصاف اور ایمانداری بنیادی حیثیت کے حامل ہیں جبکہ محنت اور اعلیٰ معیار اس کو ضیا بخشتے ہیں۔ لیکن ہمارے معاشرے میں صورتِ حال یہ ہے کہ کاروبار میں بے ایمانی، جھوٹ اور وعدہ خلافی اور خدمات میں سستی، لاپرواہی اور رشوت معمول کی باتیں ہیں جس کی بنا پر نہ صرف باہم معاملات بلکہ تعلقات بھی

Marfat.com

بگڑتے ہیں۔اگر چہ اللہ تعالیٰ نے انسان کومشقت کے ماحول میں پیدا فرمایا ہے(90) لیکن اکثر لوگ محنت سے جی چراتے ہیں جب کہ محنت اور اپنے اپنے کام میں مہارت ہی اعلیٰ معیار کے لیے ضروری عناصر ہیں۔زندگی کے ہر شعبے میں خواہ صنعت ہو یا تجارت' عام سروسز ہوں یا خصوصی خدمات' تعلیم ہو یا تربیت' صفائی ہو یا پاکیزگی' اعلیٰ معیار ہی کامیابی کی ضمانت ہے جس کا بدقسمتی سے ہمارے ہاں فقدان ہے۔آج زندگی بہتر طور پر گذارنے کے لیے اور دنیا میں مقابلے کی دوڑ میں ناکامی سے بچنے کے لیے انصاف' محنت' مہارت' عمدہ معیار یعنی کوالٹی اور ایفائے عہد اہم اور ناگزیر ضرورت بن چکے ہیں۔یہ ہی تحفظِ مال کی ضمانت ہیں اور دنیا میں وقار کے ساتھ زندہ رہنے کی طرف مثبت قدم۔

دوسروں کے مال کو تحفظ فراہم کرنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ''تم لوگ نہ تو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناروا طریقے سے کھاؤ اور نہ حاکموں کے پاس ان کی غرض کے لیے پیش کرو تا کہ تمہیں دوسروں کے مال کا کچھ حصہ قصداً ظالمانہ طریقہ سے کھانے کا موقع مل جائے(91)۔اور ناپ تول کو پورا کرو اور عدل و انصاف کرو(92)۔

دنیا کے تقریباً ہر کونے میں جمعہ کے خطبہ کے اختتام پر قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی جاتی ہے۔

اِنَّ اللّٰہ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآیِ ذِیْ الْقُربٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآ

Marfat.com

ءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ○ (93)

(بیشک اللہ تعالی عدل اور احسان اور اہل قرابت کو دینے کا حکم دیتا ہے اور فواحش یعنی بے حیائی کے کاموں، منکرات یعنی کھلی برائی اور سرکشی، ظلم اور زیادتی سے منع فرماتا ہے اور تمہیں سمجھاتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو)

عدل معاشرے کی زیادتیوں اور تلخیوں سے نجات دلاتا ہے جبکہ احسان عدل کا حُسن و جمال ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ عدل کے ساتھ احسان کی نصیحت فرماتا ہے۔ عبادات سے متعلق احسان کی تعریف میں رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم عبادت اس طرح کرو کہ تم خدا کو دیکھ رہے ہو اور اگر ایسی کیفیت ممکن نہیں تو (یقین کرو کہ) وہ تجھے دیکھ رہا ہے (94)۔ بندوں سے تعلق کے بارے میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جس طرح اس نے تم پر احسان کیا اسی طرح تم بھی بندوں پر احسان کرو (95)۔ احسان کا بدلہ احسان ہے (96)۔ اور اللہ تعالی تو احسان کرنے والوں سے پیار کرتا ہے (97)۔

احسان ایک جامع تصور ہے اور بندوں کے ساتھ درگزر، خوش خلقی، رواداری، ہمدردانہ رویہ، فیاضانہ سلوک اور ایسا نیک برتاؤ جس سے دوسروں کو خوشی حاصل ہو سب اس میں شامل ہیں۔ یہ ہی زندگی کی خوبصورتی ہے اور خیر خواہی ہمدردی اور محبت کے جذبات کی ترجمانی۔

باہم محبت کے جذبات: باہم محبت کے جذبات کی عکاسی کا سب سے موثر طریقہ لوگوں پر خرچ اور مشکل وقت میں ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ باہم محبت اور ہمدری کا سبق

Marfat.com

دیتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''دین خیر خواہی کا نام ہے'' (98)۔ اور ''تم میں سے بہترین انسان وہ ہے جس سے دوسرے انسانوں کو فائدہ پہنچے'' (99) اللہ تعالیٰ معاشرے میں ایسی خوشحالی کی فضا قائم کرنا چاہتا ہے جس میں ایک دوسرے کی مدد کا جذبہ موجود ہو اور ہر انسان کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔ اس لیے قرآن مجید میں شروع سے لے کر آخر تک عملِ صالح اور دوسروں پر خرچ کرنے کی بار بار ترغیب دی گئی ہے۔ زکوٰۃ دینے کا حکم اس کے علاوہ ہے جو بہر حال صاحبِ نصاب کے لیے فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کچھ اس نے تمہیں عطا کیا ہے اس میں سے اس کی راہ میں خرچ کرو (100) اور جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہے وہ خرچ کرو (101) اور پھر خرچ کرنے کے لیے بدرجہ اہل استحقاق تفصیل ہے۔ ماں باپ پر' قرابت داروں پر' یتیموں' مسکینوں' محتاجوں اور مفلسوں پر' پڑوسیوں پر' مسافروں پر' قحط زدہ اور مصیبت زدہ پر' ان غربا پر جو سفید پوش ہیں اور اصرار نہیں کرتے' کارکنانِ صدقات پر اور تالیف قلوب کے لیے گویا ہر وہ شخص جو اپنی بنیادی ضروریات پورا کرنے سے کسی نہ کسی طرح قاصر ہے یا مصیبت زدہ ہے اس پر خرچ کرنے کا حکم ہے۔ (102) مال خرچ کرنے کا بہتر طریقہ کار لوگوں کو برسرِ روزگار کرنا اور ان کی تعلیم اور صحت کا انتظام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''جو لوگ اس کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں نکلیں اور ہر ایک میں سے سو سو دانے'' (103) اور ''جو لوگ اللہ کے عطا کردہ مال میں سے راہِ حق میں دینے بخل سے

Marfat.com

کام لیتے ہیں وہ یہ خیال نہ کریں کہ ایسا کرنا ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ بہت بُرا ہے۔ قیامت کے دن بہت جلد ان کا مال طوقِ ناری بنا کر ان کے گلے میں ڈالا جائے گا'' (104)۔ خرچ کرنے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں جگہ جگہ تلقین فرماتا ہے بلکہ سورہ بقرہ کی ابتدا ہی اس بات سے ہے کہ قرآن سے ہدایت متقیوں کے لیے ہے۔ یعنی وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لاتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ اس نے عطا کیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق اور مغرب کی طرف کرلو بلکہ نیکی یہ ہے کہ تم ایمان لاؤ اور اللہ کی محبت میں خرچ کرو (105)۔ بندے کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چیزیں تو بہت ہیں جن میں مال و دولت، علم و ہنر، اخلاقِ حسنہ، ہمدری و خیر خواہی کے جذبات وغیرہ وغیرہ، جن کو اللہ تعالیٰ نے دوسروں میں بھی بانٹنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ ظاہر ہے کہ ان احکام کی تعمیل سے معاشرے میں کوئی شخص بھوکا اور مفلوک الحال نہیں رہ سکتا۔ اور یوں ایک مثالی معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔

حالیہ زلزلوں کا خوفناک سانحہ اور ایسی دوسری قدرتی آفات جن پر گزرتی ہیں قیامت سے کم نہیں ہوتیں۔ ایسے ہی موقع پر قربانیوں کی مثالیں قائم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہم ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات کے تحت اپنی اپنی استطاعت کے مطابق مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کے لیے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں تو نہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی پیروی ہوگی بلکہ اس محبت کی ایفا ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی روح کے حوالے سے ہمارے اندر موجود ہے۔ اس کا صلہ اپنی دلی مسرت،

Marfat.com

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا رحم اور آخرت میں اس کے سامنے سرخروئی کی کوشش ہوگی۔

اگر ہم خرچ کرنے سے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکامات پر غور کریں تو معلوم ہو گا کہ یہ ایک ایسا اقتصادی نظام پیش کرتے ہیں جو مغرب کی سرمایہ داری اور شمال کی اشتراکیت دونوں سے بالاتر ہے۔ جو بندے کے ذاتی حقوق کا بھی ضامن ہے اور معاشرے کی اجتماعی ضروریات کو بھی پورا کرنے کا اہتمام ہے۔

حقوق العباد کے حوالے سے ہم پر بے شمار ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے اور تمہاری آنکھ کا بھی تم پر حق ہے(106)۔ گویا اپنی جسمانی، ذہنی اور روحانی صحت کا خیال رکھنا عین دین کا حصہ ہے۔ اس طرح دوسرں کے بھی بے شمار حقوق ہیں جن کی طرف رہنمائی کتاب وسنت میں موجود ہے۔ اور جن پر عمل کرنے سے ایک مثالی معاشرہ، جس میں امن وسکون، معاشی اور معاشرتی ترقی اور ملی استحکام ہو، تشکیل پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حقوق سے روگردانی تو معاف فرما دیتا ہے لیکن بندوں کے حقوق تلفی کی معافی تو بندے ہی دے سکتے ہیں۔

المختصر اگر ہم دوسرے کی جگہ پر اپنے آپ کو رکھ لیں اور اس کے لیے وہی پسند کریں جو اپنے لیے پسند کرتے ہیں تو حقوق العباد کی ادائیگی سے صحیح طور پر عہدہ برآہ ہو سکتے ہیں۔

سبق پھر پڑھ صداقت کا شجاعت کا عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

علامہ اقبالؒ

Marfat.com

روشنی کی طرف

اب یہ ہم پر منحصر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر اور رسول پاک ﷺ کی اسوہ حسنہ کی پیروی کر کے ایسی زندگی اپنائیں جو نہ ختم ہونے والی ہے یا ایسے ہی تباہ و برباد ہوتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ خبردار کرتا ہے کہ ''اس سے پہلے کہ تم پر ناگہانی عذاب آجائے اور تم کو خبر بھی نہ ہو اس نہایت اچھی کتاب (قرآن مجید) کی پیروی کرو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئی ہے'' (107)۔ ''تاکہ تم کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی یعنی خدائے غالب کی طرف لے جائے'' (108)۔ اور ''اللہ کے رسول کی پیروی کرو جو اس کے اِذن سے اس کی طرف بلانے والا چراغِ روشن ہے (109) ''وہی ہے جو اپنے بندے پر اپنی صاف آیات اتارتا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جائے'' (110)۔ اور ''اللہ سے ڈرتے ہوئے تقویٰ اختیار کرو اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دگنا اجر عطا فرمائے گا اور تمہارے لیے روشنی کر دے گا جس میں چلو گے اور تم کو بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے'' (111)۔

ارشادِ ربانی ہے کہ ''جسے اللہ سے ملنے اور روزِ قیامت کے آنے کی اُمید ہو اور اللہ کو بہت یاد کرتا ہو اس کے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ رسول پاک ﷺ کی حیاتِ طیبہ روحانی اور مادی زندگی دونوں میں عدل قائم کرنے کی لازوال مثال ہے۔ پس ''جس نے اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کی

Marfat.com

اس نے بڑی کامیابی حاصل کی'' (112)۔اور ''جس نے نافرمانی کی وہ کھلی گمراہی میں جا پڑا'' (113)۔اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت' مصمم ارادہ کے ساتھ اپنی سوچ' اطوار اور اعمال میں پاکیزگی اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی ہے اور اس طرف روشنی قرآن مجید اور اسوہ حسنہ میں موجود ہے جس کا تعارف پچھلے صفحوں میں پیش کیا جا چکا ہے۔لیکن بنیادی طور پر ایسے مصمم ارادے کی پہلی شرط توبہ ہے۔

توبہ: اللہ تعالیٰ ایک طرف تو بندوں کو ڈراتا ہے اور دوسری طرف بار بار یاد دلاتا ہے کہ وہ معاف کرنے والا' نہایت مہربان اور بے پایاں رحم کرنے والا ہے۔وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے اس کی طرف رجوع کریں۔اس کا ڈرانا بالکل ایسے ہے جیسے ایک مشفق باپ اپنے چھوٹے بچے کو منع کرتا ہے کہ آگ کے قریب مت جاؤ وہ جلا دے گی۔اس طرح اللہ کا ڈرانا بھی اس کے اپنے بندے سے محبت کی خاطر ہے تاکہ وہ سیدھے راستے پر چلتا ہوا اس کی طرف لوٹ آئے جہاں ہمیشہ کی اچھی زندگی ہے اور گمراہی اور عذاب سے بچ جائے۔لیکن جو لوگ اپنے دلوں میں بیماری کی وجہ سے باز نہیں آتے اور حد سے بڑھ جاتے ہیں اُن کو کبھی کبھی اس دنیا میں بھی سزا دیتا ہے تاکہ دوسروں کے لیے نصیحت ہو۔ان کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ''کیا یہ دیکھتے نہیں کہ یہ ہر سال ایک یا دو بار آفت میں پھنسا دیے جاتے ہیں پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں'' (114)۔''ہاں البتہ جو لوگ (گناہ کے بعد) توبہ کرتے ہیں اور اپنی حالت درست کر لیتے ہیں اور احکامِ الٰہی صاف صاف بیان کر

Marfat.com

دیتے ہیں اور اعمال کی درستی کر لیتے ہیں تو میں ان کے قصور معاف کر دیتا ہوں اور میں بڑا معاف کرنے والا، رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہوں'' (115)۔ ''اور تمہارا پروردگار ایسا نہیں کہ بستیوں کو جب کہ وہاں کے باشندے نیکی کرنے والے ہوں، ظلم سے تباہ کر دے'' (116)۔

''اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت کر دیتا ہے وہ بیشک اللہ کی طرف سچا رجوع کرتا ہے'' (117)۔ ''تو امید ہے وہ فلاح پانے والوں میں ہوگا'' (118)۔ ''پس اے لوگو جو ایمان لائے ہو صاف دل سے سچی توبہ کرو۔ اور ''سب مل کر اللہ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ'' (119)۔ اور ہم نے جو پیغمبر بھیجا ہے اس لیے کہ اللہ کے فرمان کے مطابق اس کا حکم مانا جائے اور لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھتے ہیں اگر تمہارے پاس آتے اور بخشش طلب کرتے تو اللہ نہایت معاف کرنے والا ہے اور بے حد مہربان ہے (120)۔

توبہ کا مقصد اپنی طرف سے مصمم ارادہ ہے کہ دوبارہ گناہ اور خطائیں سرزد نہ ہوں جن سے اللہ تعالیٰ منع فرماتا ہے اور سیدھے راستے پر چلنے کی پوری کوشش ہے جس کی منزل قربِ الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''جنہوں نے ہماری راہ میں جہدِ مسلسل یعنی مستقل مزاجی سے پوری کوشش کی تو ہم انہیں ضرور اپنے رستے دکھا دیتے ہیں'' (121)۔ گویا اس کی راہ میں استقلال سے کوشش کرتے رہنے سے ہی بندہ کامیابی سے ہمکنار ہو سکتا ہے۔ کیونکہ ''بندے کو وہی ملتا ہے جس کی کوشش کرتا ہے'' (122)۔ اور جو

Marfat.com

شخص محنت کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے کرتا ہے(123)۔

قوموں کی ترقی کا راز سب سے پہلے اپنی حالت بدلنے کے ارادہ پر ہے پھر محنت درکار ہے تب ہی قومیں بامِ عروج تک پہنچ سکتی ہیں ''اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلے'' اور ''نہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ کسی قوم پر نعمت عطا فرما کر پھر بدل دے جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو نہ بدل ڈالیں''(124)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی قوم کو نعمتوں سے نوازتا ہے جو اس کے لیے کوشش اور محنت کرتی ہے اور وہ اپنی نعمتیں سلب نہیں کرتا جب تک کہ کوئی قوم کفرانِ نعمت کا راستہ اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے اعراض نہ برتے۔ اور کوشش اور محنت چھوڑ دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بندے کو اس کی کوشش کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا(125)۔

یہ اللہ کے کلمات ہیں اور ان میں کوئی تبدیلی نہیں۔(126)

آیئے! ہم سب اللہ کی بارگاہ میں سچی توبہ کریں اور مصمم ارادے کے ساتھ اس راستے پر چلنے کی پوری کوشش کریں جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی ہو۔ یہی وہ سیدھا راستہ ہے جس کی منزلِ مقصود ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔

یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

علامہ اقبالؒ

Marfat.com

حوالہ جات

نمبر قرآن مجید

سورہ

-1 البقرہ 155-157:2

-2 الملک 67 : 16-17

-3 العنکبوت 40:29

-4 بنی اسرائیل 59:17

-5 الحج 1:22

-6 ہود 90:11

-7 الانفال 25:8

-8 البقرہ 151:2

-9 الاحزاب 21:33

-10 الحجر 15 : 28-29

-11 ص 71:72:38

-12 سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اول
خلیفہ محمد سعید

-13 البقرہ 46,28:2 یونس 56:10
ہود 34:11 الروم 11:30
یٰس 22:36

-14 البقرہ 255:2' آل عمران 1:3

-15 ق 50 : 16

-16 رواۃ ابوداؤد

-17 مثنوی مولانا روم جلد اول

-18 یٰس 2:26
لقمان 2-3:31 یونس 57:10

-19 القیامہ 16:75
المزمل 4:73 ص 29:38

-20 النور 35:24

-21 کشف نور: خلیفہ محمد سعید

-22 المائدہ 35:5

-23 مشکوٰۃ کتاب الایمان

-24 الاعلیٰ 14-15:87

-25 الرعد 28:13

-26 الفجر 27-30:89

-27 یوسف 53:12

-28 النزعت 40-41:79

-29 القیامۃ 2:75

-30 بنی اسرائیل 44:17

-31 البقرہ 152:2

-32 طہ 14:20

-33 النساء 103:4

-34 المزمل 8:73

-35 الاعراف 205:7

-36 ق 40:50

-37 الطور 49:52

-38 الانشقاق 6:84

-39 الاحزاب 41-43:33

-40 الجاثیہ 13:45

-41 البقرۃ 29:2

-42 النحل 2,13,14:16 '12:45

-43 الحج 65:22

Marfat.com

44- العنکبوت 7,9:29 'البقرۃ 62:2
الجاثیہ 30:45 البروج 11:85
التین 95:6-4 العصر 3:103

45- النور 55:24

46- النحل 97:16

47- النحل 44:16

48- ترمذی شریف

49- العلق 1:96

50- حم سجدہ 53-41

51- التین 4:95

52- الشمس 8:91

53- المائدہ 105:5

54- النزعت 40:79

55- البقرۃ 183, 21:2

56- الحجرات 10:49

57- الانفال 46:8

58- ال عمران 103:3

59- الانعام 159:6

60- الروم 31-32:30
ال عمران 105:3

61- البقرہ 114:2

62- الانبیا 92-21
النسا 176:4

63- روح نماز:
مولف کتابچہ

64- النحل 90:16

65- المزمل 20:73

66- الجمعہ 10:62

67- النحل 76:16

68- النور 37-24

69- سبا 37:34

70- الکہف 110-18

71- موطا مالک: حسن اخلاق' مسند احمد
بیہقی' کنزالعمال

72- بخاری و مسلم

73- بازگشت' ادریس' آزاد فرید علم و ادب

74- المائدہ 2:5

75- احزاب 70:33' البقرۃ 83:2'

76- حم سجدہ 41-35-34' المومنون 96:23'
القصص 54:28 الشوری 15:42

77- القصص 55:28' المومنون 3:23

78- ال عمران 134:3' الشوری 43:42
البقرہ 195:2

79- البقرۃ 34:2' النسا 3,172:4
احزاب 58:33' الحجرات 12:49
النسا 54:4

80- المائدہ 1:5' بنی اسرائیل 34:17'
ال عمران 9,82:3' الفتح 10,29:48
الرعد 31:13

81- الشعراء 226:26' صف 203:61

82- الحجرات 12:49

83- الانعام 151:6' الاحقاف 15:46
بنی اسرائیل 23-24:17

84- الروم 21:30

85- البقرہ 228:2

86- خطبہ حجۃ الوداع ﷺ محمد میاں صدیقی

Marfat.com

ادارہ تحقیقات اسلامیہ

87- المائدہ 32:5

88- الاعراف 33:7 'الفرقان 68:25

89- البروج 10:85

90- البلد 4:90

91- النسا 29:4 'البقرہ 188:2

92- بنی اسرائیل 35:17 'ھود 85:11

الشعرا 181-3:26 'الرحمٰن 8-9:55

المطففین 1-4:83

93- النحل 90:16

94- بخاری

95- القصص 77:28

96- الرحمٰن 60:55

97- ال عمران 134:3

98- مسلم

99- مسلم و بخاری

100- البقرہ 3:20, 177-76, 183, 215

التوبہ 6:9 'الحشر 7:59

101- البقرہ 219:2

102- بنی اسرائیل 26:17 'الروم 38:30

النحل 90:16 'النسا 36:4 'یونس 3:10

الحج 36:22 'الانفال 41:8 'توبہ 60:9

بنی اسرائیل 26:17 'نور 22:24

الشعرا 17:26 'الحشر 8,9,76:59

الحاقہ 34-37:69

103- البقرہ 261-265:2

104- ال عمران 13, 180:3 محمد 30:47

النسا 37:4 'الحدید 24:57

105- البقرۃ 177:2

106- سیرۃ النبی علامہ شبلی نعمانی

107- الزمر 55:39

108- ابراہیم 1:14

109- الاحزاب 46:33

110- الحدید 9:57

111- الحدید 28:57

112- الاحزاب 71:33

113- الاحزاب 36:33

114- التوبہ 126:9

115- البقرہ 160:2 'المائدہ 39:5

116- ھود 117:11

117- الفرقان 70-71:25

118- القصص 67:28

119- التحریم 8:66 'النور 31:24

120- النسا 64:4

121- العنکبوت 69:29

122- النجم 39:53

123- العنکبوت 6:29

124- الرعد 11:13 'الانفال 53:8

125- النجم 41:53

126- یونس 64:10 'الروم 30:30

Marfat.com

تصانیف جناب حضرت خلیفہ محمد سعید رحمتہ اللہ علیہ

محقق ومجدّد جناب حضرت خلیفہ محمد سعیدؒ کی بے شمار تصانیف ہیں۔ان میں سے خصوصیت کے ساتھ مندرجہ ذیل کا ذکر کیا جاتا ہے:

سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر (دستور حیات) جلد اول وجلد دوم

اس میں نفسِ انسانیہ کا تجزیہ کر کے اُس فطری تعلق کو بے نقاب کیا گیا ہے جو اُسے ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ ہے اور نفسِ انسانی کی مختلف صلاحیتوں کو بیان کر کے تمکین عدل کی وضاحت کی ہے۔ یہ کتاب اردو میں لکھی گئی لیکن اس کے انگریزی، عربی اور ہسپانوی زبانوں میں بھی تراجم ہو چکے ہیں۔ (صفحہ جات جلد اول 452 جلد دوم 451)

تذکرہ: اس کتاب میں ''مقدمہ تذکرہ (عروج) اور علومِ نبوت اور ان کی وراثت (کتاب وحکمت)'' تحریر فرما کر عروجِ الی اللہ کی کیفیات اور حصولِ علم وعرفان اور اس کی وسعت کو قرآن و سنت سے مدلّل ومبرہن کیا گیا ہے۔اس کتاب کے دوسرے مصنف (پرنسپل) محمد صغیر حسن ہیں جنہوں نے اولوالعلم مشائخ مجددیہ نقشبندیہ، قادریہ اور چشتیہ کے سوانح ایمان ویقین کی دولت بڑھانے اور عمل کی جانب قدم کے لیے پیش کیے ہیں۔ (اس کا انگریزی ترجمہ بھی ہو چکا ہے) (صفحہ جات 554)

کتابِ عدل: جناب حضرت خلیفہ صاحبؒ نے یہ تصنیف لطیف 1953 میں امریکہ میں منعقد ہونے والی ''موتمر ثقافت اسلامیہ'' کے اس سوال کے جواب میں تحریر فرمائی تھی کہ ہم اپنی نوجوان نسل میں کس طرح ایمان منتقل کر سکتے ہیں؟ اس کتابچہ میں یہ وضاحت نفس انسانی کے تجزیہ کے ساتھ کی گئی ہے۔ یہ بزبان اردو لکھی گئی اور اس کا انگریزی ترجمہ دستیاب ہے۔ (صفحہ جات 55)

Marfat.com